جلد ۸ مئی ۱۹۶۷ء شمارہ ۵

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آلِ عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ چندہ چھ روپے
فی پرچہ ساٹھ پیسے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تأمرون بالمعروف وتنھون عن المنکر

(آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

مئی سنہ ۱۹۶۷ء

ہجرت ۱۳۴۶ھ

(ایڈیٹر)

مسعود احمد دہلوی

سالانہ چندہ:- چھ روپے ۔ فی پرچہ:- ساٹھ پیسے

فہرستِ مضامین

ناشر:- چوہدری محمد ابراہیم ؛ مطبع :- ضیاء الاسلام پریس ربوہ ؛ مقامِ اشاعت :- دفتر ماہنامہ انصار اللہ
دار الصدر جنوبی ربوہ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

جلد ۸ | ماہنامہ انصار اللہ ربوہ | شمارہ ۵

۱۵ مئی ۱۹۶۷ء

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ کی جاری فرمودہ تحریکات

اور

غلبۂ اسلام کے ضمن میں ان کی بنیادی اہمیت

جب سے اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کو فضلِ الٰہی کی ردا اور موہبت کا حُلّۂ مقدسہ پہنایا اور آپ کو خلافتِ احمدیّہ کی مسندِ جلیلہ پر متمکن فرمایا ہے اُس وقت سے لے کر اب تک آپ نے اللہ تعالیٰ کی رہنمائی اور اُس کی مشیّتِ خاص کے تحت جماعت میں حسب ذیل تحریکات جاری فرمائی ہیں:-

اوّل:- تعلیم القرآن کی تحریک ——— اِس تحریک کا مقصد یہ ہے کہ جماعت میں کوئی ایک فرد بھی ایسا نہ رہے جو قرآنِ مجید ناظرہ نہ پڑھ سکتا ہو۔ نیز جو قرآنِ مجید ناظرہ پڑھے ہوئے ہیں یا اس دوران میں جو قرآنِ مجید ناظرہ پڑھنے کے قابل ہو جائیں وہ قرآنِ مجید کا ترجمہ سیکھیں، اور پھر قرآنی علوم و معارف سے آگاہ ہو کر قرآنی انوار سے اپنے سینوں کو منوّر کریں۔

دوم:- وقفِ عارضی کی تحریک ——— اِس تحریک کا مقصد یہ ہے کہ احبابِ جماعت دو ہفتہ سے لے کر چھ ہفتہ تک کا عرصہ وقف کریں اور حضور کی طرف سے انہیں جن جماعتوں میں متعین کیا جائے وہاں اپنے خرچ پر جا کر اور اپنے خورونوش کا خود انتظام کر کے مرکز کی زیرِ ہدایت تعلیم القرآن کے ساتھ

دیگر تربیتی اور اصلاحی امور سرانجام دیں۔

سوم:۔ **مجلس موصیان کے قیام کی تحریک** ـــــ اس تحریک کے تحت ضروری قرار دیا گیا ہے کہ مقامی جماعت میں جن احباب نے وصیت کی ہوئی ہے ان کی ایک علیحدہ مجلس ہو۔ وہ اپنا ایک علیحدہ صدر منتخب کریں اور اس صدر کی رہنمائی اور نگرانی میں اُن تمام فرائض کو کما حقہٗ بجا لائیں جو رسالہ "الوصیّت" کی رُو سے قرآنی تعلیم پر عملدرآمد اور اس کی اشاعت کے سلسلہ میں ان پر عائد ہوتے ہیں۔

چہارم:۔ **فضلِ عمر فاؤنڈیشن کی تحریک** ـــــ اس تحریک کا مقصد نہایت وسیع اور مضبوط بنیادوں پر ایک یادگاری فنڈ قائم کرنا ہے تاکہ دینِ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ ظاہر کرنے کی غرض سے سیدنا حضرت فضلِ عمر المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو رفیع الشان کام سرانجام دیئے اور جو حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دل وجان سے عزیز اور محبوب تھے انہیں زیادہ وسیع بنیادوں اور زیادہ مؤثر طریق پر جاری رکھ کر غلبۂ اسلام کی راہ کو ہموار سے ہموار تر کیا جائے۔

پنجم:۔ **چندہ وقفِ جدید اطفال کی تحریک** ـــــ اس تحریک کے تحت حضور ایدہ اللہ نے ہر احمدی طفل کے لئے لازمی قرار دیا ہے کہ وہ پچاس پیسے ماہوار کی شرح سے وقفِ جدید کا چندہ ادا کر کے اس کے مالی جہاد میں شریک ہو۔ حضور نے اطفال کو توجہ دلائی ہے کہ وہ چھوٹی عمر میں ہی وقفِ جدید کا مالی بوجھ اُٹھا کر ابھی سے مجاہد فی سبیل اللہ بنیں۔

ششم:۔ **اَطْعِمُوا الْجَائِعَ کی تحریک** ـــــ اس تحریک کی رُو سے حضور نے احباب کو توجہ دلائی ہے کہ ہر جگہ اور ہر مقام پر ایسا انتظام کیا جائے کہ کوئی فردِ جماعت تنگدستی کی وجہ سے بھوکا نہ رہے۔

ہفتم:۔ ان چھ تحریکوں کے علاوہ ایک اور نہایت اہم تحریک ہے جس کی طرف ابھی حضور نے صرف اشارہ ہی فرمایا ہے۔ یہ تحریک ایک تفصیلی پروگرام پر مشتمل ہے جو عنقریب حضور جماعت کے سامنے رکھنا چاہتے ہیں۔ حضور اس پروگرام کو جماعت کے سامنے رکھنے سے قبل آجکل احبابِ جماعت کے ذہنوں کو اس کے لئے تیار کر رہے ہیں۔ چنانچہ اس ضمن میں حضور حضرت ابراہیم علیہ السلام، اُن کے خاندان اور اُن کی آئندہ نسلوں کی عظیم الشان قربانیوں پر متعدد خطبات دے چکے ہیں جن میں سے پانچ خطبات الفضل میں شائع بھی ہو چکے ہیں۔ ابھی ان خطبات کا سلسلہ جاری ہے۔

اگرچہ ان تحریکات کی تعداد چھ یا سات ہے لیکن ان میں سے تعلیم القرآن کی تحریک کو بنیادی اور مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ باقی تمام تحریکوں کی حیثیت وہی ہے جو درخت کے مقابلہ میں شاخوں کی ہوتی ہے۔ باقی تمام تحریکات

اس بنیادی تحریک کو کما حقہٗ عملی جامہ پہنانے کی غرض سے ہی جاری کی گئی ہیں۔

یہ سب تحریکات نہایت درجہ اہمیت کی حامل ہیں۔ ان کی اہمیت اس امر سے بھی ظاہر ہے کہ یہ تحریکات اللہ تعالیٰ کی رہنمائی اور اس کے منشاء کے مطابق خود اُس کے مقرر کردہ خلیفۂ برحق کی جاری کردہ ہیں۔ نہ صرف یہ کہ خدا تعالیٰ نے القائے خاص کے تحت اپنے خلیفۂ برحق سے انہیں جاری کرایا ہے بلکہ اُس نے ان تحریکات کو کامیاب اور مثمر ثمرات بنانے کا خود ذمہ اُٹھایا ہے اور نہ صرف یہ کہ ذمہ اُٹھایا ہے بلکہ اپنے مقرر کردہ خلیفہ کو انکی کامیابی کی بشارت سے بھی نوازا ہے۔ چنانچہ حضور ایدہ اللہ نے ان آسمانی تحریکات کی کامیابی سے متعلق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی عظیم الشان بشارت سے جماعت کو آگاہ کرتے ہوئے ۵ راگست ۱۹۶۶ء کے خطبہ جمعہ میں فرمایا۔

"کوئی پانچ چھ ہفتہ کی بات ہے ۔۔۔۔ ایک دن جب میری آنکھ کھلی تو میں بہت دعاؤں میں مصروف تھا۔ اُس وقت عالمِ بیداری میں میں نے دیکھا کہ جس طرح بجلی چمکتی ہے اور زمین کو ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک روشن کر دیتی ہے اسی طرح ایک نور ظاہر ہوا اور اُس نے زمین کو ایک کنارے سے لے کر دوسرے کنارے تک ڈھانپ لیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ اُس نور کا ایک حصہ جیسے جمع ہو رہا ہے۔ پھر اُس (نور) نے الفاظ کا جامہ پہنا اور ایک پُرشوکت آواز فضا میں گونجی جو اُس نور سے ہی بنی ہوئی تھی اور وہ یہ تھی ——

"بُشْریٰ لَکُمْ"

یہ ایک بڑی بشارت تھی لیکن اس کا ظاہر کرنا ضروری نہ تھا۔ ہاں دل میں ایک خلش تھی اور خواہش تھی کہ جس نور کو میں نے زمین کو ڈھانپتے ہوئے دیکھا ہے جس نے ایک سرے سے دوسرے سرے تک زمین کو منور کر دیا ہے اس کی تعبیر بھی اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے مجھے سمجھائے۔ چنانچہ وہ ہمارا خدا جو بڑا ہی فضل کرنے والا ہے اُس نے خود اس کی تعبیر اس طرح سمجھائی کہ گزشتہ پیر کے دن میں ظہر کی نماز پڑھ رہا تھا اور تیسری رکعت کے قیام میں تھا تو مجھے ایسا معلوم ہوا کہ کسی غیبی طاقت نے مجھے اپنے تصرف میں لے لیا ہے۔ اُس وقت مجھے یہ تفہیم ہوئی کہ جو نور میں نے اُس دن دیکھا تھا وہ قرآن کا نور ہے جو تعلیم القرآن کی سکیم اور عارضی وقف کی سکیم کے ماتحت دنیا میں پھیلایا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مہم میں برکت ڈالے گا اور انوارِ قرآنی اس طرح زمین پر محیط ہو جائیں گے جس طرح اُس نور کو میں نے زمین پر محیط ہوتے

دیکھا۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک"　(الفضل ۱۰ اگست ۱۹۶۶ء)

تعلیم القرآن کی تحریک سے متعلق یہ مہتم بالشان خدائی بشارت سنانے کے بعد حضور نے اس امر پر روشنی ڈالی کہ وقفِ عارضی، مجلسِ موصیاں کا قیام، فضلِ عمر فاؤنڈیشن اور دوسری تحریکیں دراصل تعلیم القرآن کی بنیادی تحریک کے ہی مختلف پہلوؤں پر مشتمل ہیں اور ان کا باہم ایک دوسرے کے ساتھ گہرا تعلق ہے حضور کے اس خطبہ اور بالخصوص خطبہ کے مندرجہ بالا اقتباس سے ظاہر ہے کہ یہ تمام تحریکیں خدائی تحریکیں ہیں۔ خدائے ذوالعرش نے خود ان تحریکات کو اپنے مقرر کردہ خلیفہ سے جاری کرایا ہے اور انہیں غیر معمولی برکتوں اور فضلوں کا حامل بنایا ہے۔ یہ تحریکیں بہرحال کامیاب ہوں گی انشاء اللہ اور ان کے نتیجہ میں قرآنی علوم و معارف اور قرآنی انوار دنیا میں پھیلیں گے یہاں تک کہ یہ علوم و معارف پورے کرۂ ارض پر محیط ہوں گے۔ ان تحریکات کو کامیاب بنانے میں حصہ لینا دراصل اپنے آپ کو قرآنی علوم و معارف اور انوار و برکات کا مورد بنانا ہے۔ اس سے بڑھ کر خوش نصیبی کیا ہو سکتی ہے کہ انسان اپنے آپ کو خدائی تقدیر سے ہم آہنگ کر لے اور اس طرح خدائی فیصلہ کے بموجب رونما ہونے والی عظیم الشان کامیابیوں اور کامرانیوں میں حصہ دار بنے۔

پھر سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے اس عظیم الشان کشف میں قرآنی انوار کے پورے زمین پر محیط ہونے سے صاف عیاں ہے کہ خدا تعالیٰ نے یہ تحریکیں اپنے مقرر کردہ خلیفہ سے اس لئے جاری کرائی ہیں تا دنیا میں اسلام کا موعودہ غلبہ جلد از جلد رونما ہو۔ یہی ان کی علّتِ غائی ہے۔ اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کو غلبۂ اسلام کا زمانہ قریب آنے کی بشارت دی اور پھر یکے بعد دیگرے حضور سے یہ تحریکات جاری کرائیں۔ چنانچہ حضور ایدہ اللہ نے اُس وقت جبکہ ابھی حضور نے ان تحریکوں میں سے کوئی تحریک بھی جاری نہیں فرمائی تھی ایک خطبہ جمعہ میں ساری جماعت کو یہ آسمانی بشارت سنائی کہ غلبۂ اسلام کا زمانہ قریب آگیا ہے۔ چنانچہ حضور نے فرمایا:۔

"میں جماعت کو یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ آئندہ پچیس تیس سال جماعت احمدیہ کے لئے نہایت ہی اہم ہیں کیونکہ دنیا میں رُوحانی انقلابِ عظیم پیدا ہونے والا ہے۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ کونسی خوش بخت قومیں ہوں گی جو ساری کی ساری یا ان کی اکثریت احمدیت میں داخل ہوگی، وہ افریقہ میں ہوں گی یا جزائر میں یا دوسرے علاقوں میں؟ لیکن میں پورے وثوق کے ساتھ آپ کو کہہ سکتا ہوں کہ وہ دن دُور نہیں جب دنیا میں ایسے ممالک اور علاقے پائے جائیں گے جہاں کی اکثریت احمدیت کو قبول کر لے گی اور وہاں کی حکومت

احمدیت کے ہاتھ میں ہوگی۔" (خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۰ دسمبر ۱۹۶۵ء مطبوعہ الفضل ۹ جون ۱۹۶۶ء)

اِس عظیم الشان بشارت کے معاً بعد خدائی تصرف کے ماتحت تعلیم القرآن، وقفِ عارضی، مجلس موصیان، فضلِ عمر فاؤنڈیشن اور دوسری تحریکات کا پے در پے جاری ہونا صاف اِس امر کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ جلد تر ظاہر ہونے والے اس موعودہ غلبہ کے ساتھ اِن تحریکات کا خاص تعلق ہے اور اس غلبہ کے ذرائع حصول کے طور پر ہی ان کا اجراء من جانب اللہ ظہور میں آیا ہے۔ اِن تحریکات کے ذریعہ حضور مسلسل احبابِ جماعت کو قرآنِ مجید پڑھنے پڑھانے، اس کے علوم و معارف سیکھنے سکھانے، اس کی تعلیم کو اپنا دستور العمل بنانے اور دوسروں کو بھی اس پر کاربند کرانے کی بڑی شدّ و مد کے ساتھ تلقین فرما رہے ہیں۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ خدائی فیصلہ کے موجب غلبۂ اسلام کا ظہور اِن تحریکات کے ساتھ وابستہ ہے۔ ان تحریکات پر عمل کرنے اور انہیں کما حقّہٗ کامیاب بنانے کے نتیجہ میں انشاء اللہ العزیز اسلام کا غلبہ ظاہر ہوگا اور جلد تر ظاہر ہوگا۔ اسی لئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ۵ راگست ۱۹۶۶ء کے خطبۂ جمعہ میں جب اِن تحریکات کی موعودہ کامیابی اور اِن کے نتیجہ میں رونما ہونیوالے عظیم الشان انقلاب کے بارہ میں خدائی بشارت پر مشتمل اپنا وہ کشف بیان فرمایا جس میں حضور نے قرآنی نور کو زمین پر محیط ہوتے دیکھا تھا تو حضور نے ساتھ ہی جماعت کو یہ خوشخبری بھی دی کہ غلبہ اسلام کا موعودہ زمانہ اب قریب آگیا ہے۔ چنانچہ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا:-

"نور کے اُس نظارہ سے جسے مَیں نے ساری دنیا میں پھیلتے دیکھا ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ قرآنِ کریم کی کامیاب اشاعت اور اسلام کے غلبہ کے متعلق قرآن کریم میں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی اور ارشادات میں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات میں جو خوشخبریاں اور بشارتیں پائی جاتی ہیں اُن کے پورا ہونے کا وقت قریب آگیا ہے۔ اس لئے مَیں پھر اپنے دوستوں کو اِس طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ ہم پر واجب ہے کہ ہر احمدی مرد اور ہر احمدی عورت، ہر احمدی بچہ، ہر احمدی جوان اور ہر احمدی بوڑھا پہلے اپنے دل کو نورِ قرآن سے منوّر کرے، قرآن سیکھے، قرآن پڑھے اور قرآن کے معارف سے اپنا سینہ و دل بھر لے اور معمور کر لے یہاں تک کہ نورِ مجسّم بن جائے، قرآنِ کریم میں ایسا محو ہو جائے، قرآنِ کریم میں ایسا گُم ہو جائے، قرآن کریم میں ایسا فنا ہو جائے کہ دیکھنے والوں کو اُس کے وجود میں قرآنِ کریم کا ہی نور نظر آئے۔ اور پھر وہ ایک معلّم اور استاد کی حیثیت سے تمام دنیا کے سینوں کو انوارِ قرآنی سے منوّر کرنے میں ہمہ تن

مشغول ہوجائے"۔ (الفضل ۱۰ اگست ۱۹۶۶ء)

حضور ایدہ اللہ نے احباب جماعت پر تعلیم القرآن کی سکیم اور اس سے متعلق دیگر تحریکات کی اہمیت واضح کرنے کے بعد اسی خطبہ میں ان تحریکات کے عملاً کامیاب ہونے کے لئے بہت پُر درد الفاظ میں دعا کی۔ حضور نے خدائے قادر و توانا کو مخاطب کر کے اُس کے حضور میں عرض کیا:-

"اے خدا! تُو اپنے فضل سے ایسا ہی کر کہ تیرے فضل کے بغیر ایسا ممکن نہیں۔ اے زمین اور آسمان کے نور! تو ایسے حالات پیدا کر دے کہ دنیا کا مشرق بھی اور دنیا کا مغرب بھی، دنیا کا جنوب بھی اور دنیا کا شمال بھی نورِ قرآن سے بھر جائے اور سب شیطانی اندھیرے ہمیشہ کے لئے دُور ہوجائیں"۔ (الفضل ۱۰ اگست ۱۹۶۶ء)

پھر سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کی جاری فرمودہ یہ آسمانی تحریکات دنیا میں غلبۂ اسلام کے جلد تر ظہور کی ہی ضامن نہیں ہیں بلکہ ساتھ کے ساتھ یہ موجودہ دَور کے اُن مخصوص اعمالِ صالحہ کی حیثیت بھی رکھتی ہیں جن کے ساتھ ہر احمدی کی فلاح و نجاح وابستہ ہے۔

اِس ضمن میں یہ جاننا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں ہر قسم کی کامیابیوں، فوز و فلاح، اجر و ثواب اور افضال و انعامات کو ایمان اور اعمالِ صالحہ کے ساتھ وابستہ قرار دیا ہے۔ پھر قرآنِ مجید سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اعمالِ صالحہ سے صرف نیک اعمال ہی مراد نہیں بلکہ وہ نیک اعمال مراد ہیں جو مناسبِ حال ہوں یعنی وقت اور موقع محل جن کا خاص طور پر متقاضی ہو۔ یُوں تو سارے ہی نیک اعمال کا بجالانا مومنوں پر فرض ہوتا ہے لیکن بعض اوقات میں بعض خاص اعمال پر معمول سے بڑھ کر زور دینے اور ان کے بارہ میں خاص عزم و ہمّت اور تعہّد سے کام لینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اُس وقت وہ مخصوص اعمال محض نیک اعمال نہیں رہتے بلکہ اعمالِ صالحہ کے زمرہ میں داخل ہوجاتے ہیں۔ اب اگر کوئی شخص اور نیکیاں تو بجا لاتا ہے لیکن وقت کے تقاضوں کا پاس نہ کرتے ہوئے اُن خاص اعمال کی بجا آوری سے غفلت برتتا ہے جن پر باقتضائے وقت زور دینے کی ضرورت ہوتی ہے تو معروف نیک اعمال بجالانے کے باوجود وہ عنداللہ اعمالِ صالحہ بجالانے والا شمار نہیں ہوسکتا اور نہ وہ اُن عظیم الشان انعامات کا مورد بن سکتا ہے جو اعمالِ صالحہ بجالانے والوں کے لئے خدا نے مقدر کئے ہیں۔

اِس امر کا فیصلہ کرنا کہ بہ اقتضائے وقت کونسا نیک عمل، عملِ صالح کہلانے کا مستحق ہے خلیفۂ وقت کا کام ہے۔ وہ خدائی القاء کے تحت اللہ تعالیٰ کی رہنمائی میں فیصلہ کرتا ہے کہ اِس وقت اور ان حالات میں

رکن اعمال پر زور دینے کی ضرورت ہے۔ مومنوں کا کام صرف اور صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ محبت و عشق کے جذبہ سے سرشار ہو کر خلیفۂ وقت کی اطاعت کو لازم پکڑیں اور وہ جن نیک اعمال پر زور دینے کا حکم دے انہیں بدل وجان بجا لائیں۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو اُن کے دوسرے نیک اعمال یعنی ان کی نمازیں، اُن کے روزے، اُن کی زکوٰۃ اور اُن کے صدقات سب اکارت جاتے ہیں۔ اور اگر وہ دیگر نیک اعمال کے ساتھ ساتھ پُورے عزم و ہمت اور تعہد کے ساتھ اعمالِ صالحہ بجا لائیں تو انہیں اللہ تعالیٰ غیر معمولی رنگ میں اجر و ثواب، افضال و انعامات اور فوز و فلاح سے نوازتا ہے۔ اِسی لئے سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اقامۃ الصلوٰۃ، ادائیگی زکوٰۃ اور اطاعتِ رسول کے ضمن میں خلافت کی اہمیت واضح کرتے ہوئے ہمیں خبردار فرمایا تھا:۔

"اطاعتِ رسول (اور اس کے جانشین کی حیثیت میں اطاعتِ خلیفہ۔ ناقل) یہ ہے کہ جب وہ یہ کہے کہ اب نمازوں پر زور دینے کا وقت ہے تو سب لوگ نمازوں پر زور دینا شروع کر دیں، اور جب وہ کہے کہ اب جانی قربانی کی ضرورت ہے یا وطن کو قربان کرنے کی ضرورت ہے تو وہ جانیں اور اپنے وطن قربان کرنے کے لئے کھڑے ہو جائیں۔ غرض یہ تین باتیں ایسی ہیں جو خلافت کے ساتھ لازم و ملزوم ہیں۔ اگر خلافت نہ ہوگی تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہاری نمازیں بھی جاتی رہیں گی، تمہاری زکوٰۃ بھی جاتی رہے گی اور تمہارے دل سے اطاعتِ رسول کا مادہ بھی جاتا رہیگا۔"

سو تعلیم القرآن، وقفِ عارضی، مجلسِ موصیاں، فضلِ عمر فاؤنڈیشن، چندہ وقفِ جدید اطفال، اَطْعِمُوا الجَائِعَ وغیرہ تحریکات جنہیں اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ خلیفۂ برحق سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خاص اِس زمانہ کی ضرورت کے پیشِ نظر غلبۂ اسلام کے دن کو قریب سے قریب تر لانے کے لئے جماعت میں جاری فرمایا ہے بدرجہ اولیٰ اُن مخصوص اعمالِ صالحہ کی حیثیت رکھتی ہیں جن کی کماحقہٗ بجا آوری کے ساتھ ہر احمدی کی فلاح و نجاح وابستہ ہے۔ انہیں بدل وجان پُورے عزم و تعہد سے انجام دیئے بغیر ہم دیگر نیک اعمال بجا لانے کے باوجود اعمالِ صالحہ بجا لانے والے قرار نہیں پا سکتے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اجر و ثواب، افضال و انعامات اور فوز و فلاح کے مورد نہیں بن سکتے۔ ہماری نمازیں، ہمارے روزے، ہماری زکوٰۃ، ہمارے صدقات اور ہماری دیگر نیکیاں اور قربانیاں اپنی جگہ نہایت اہم ہونے کے باوجود اُس وقت تک خدا کے ہاں مقبول اور مثمر ثمرات نہیں ہو سکتیں جب تک کہ ہم بہ اقتضائے وقت سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کی جاری فرمودہ اِن آسمانی

تحریکوں میں بڑھ چڑھ کر حصّہ نہیں لیتے۔ ہمارے لئے جملہ دیگر نیک اعمال کو پُورے التزام کے ساتھ بجالانا بھی ضروری ہے اور ساتھ کے ساتھ پُورے عزم و ہمّت اور جذبہ و جوش کے ساتھ اِن آسمانی تحریکات کو کامیاب بنانا بھی ضروری ہے۔ یہ مبارک وقت اور مبارک زمانہ سابقہ نیکیوں میں کمی کئے بغیر اِن تحریکات پر کماحقہ زور دینے کا وقت اور زمانہ ہے۔ ہمارے لئے اپنے دیگر نیک اعمال کو نتیجہ خیز اور مثمر ثمرات بنانے کا ایک ہی طریق ہے اور وہ یہ کہ ہم اپنے دیگر نیک اعمال کو اِن تحریکات میں بڑھ چڑھ کر شمولیت سے تقویت پہنچائیں بصورتِ دیگر دیگر نیک اعمال کا بھی اکارت جانا ناگزیر ہوگا۔ العیاذ باللہ۔

لہذا ہمیں یہ امر کبھی فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی جاری فرمودہ تحریکات اس زمانہ کے وہ مخصوص اعمالِ صالحہ ہیں جن کے ساتھ ہم میں سے ہر ایک کی فلاح و نجاح وابستہ ہے۔ یہ آسمانی تحریکیں ایک وسیع اور ہمہ گیر آسمانی تقدیر ہی کی مختلف کڑیاں ہیں جن کے نتیجہ میں اسلام کو دنیا میں غلبہ حاصل ہوگا اور انشاء اللہ العزیز ہوگا بھی بہت جلد۔ اِن حالات میں ہمارا فرض ہے کہ ہم اِن آسمانی تحریکات کی اہمیّت اور عظمت کو پہچانتے ہوئے اِن میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیں اور تن من دھن لگا کر انہیں کامیاب بنانے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھیں۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں اطاعت کا اعلیٰ ترین نمونہ پیش کرنے اور حضرت امیرالمومنین کی ہر آواز پر، جو اللہ تعالیٰ کے اذن اور منشاء سے اور اسی کی رضا کے لئے بلند کی جاتی ہے، والہانہ لبیک کہنے کی توفیق بخشے اور ہمیں اپنے مخلص و مقبول اور وفادار و جاں نثار بندوں میں شمولیت کے شرف سے نوازے۔
آمین اللّٰھم آمین ؛

خلافت کی غرض

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"چونکہ کسی انسان کے لئے دائمی طور پر بقاء نہیں لہذا خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ رسولوں کے وجود کو جو تمام دنیا کے وجودوں سے اشرف و اولیٰ ہیں ظلّی طور پر ہمیشہ کے لئے تاقیامت قائم رکھے۔ سو اسی غرض سے خدا تعالیٰ نے خلافت کو تجویز کیا تا دنیا کبھی اور کسی زمانہ میں برکاتِ رسالت سے محروم نہ رہے۔" (شہادۃ القرآن صفحہ ۵)

(کلماتِ طیبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

خدا تعالیٰ کی نافرمانی تمام دکھوں کی جڑ ہے

اور اُس کی اطاعت سے دونوں جہانوں میں راحت اور آرام ملتا ہے

اگر یہ معرفت پیدا ہو جائے تو خود بخود انسان گناہ سے کنارہ کش ہو جاتا ہے

امام الزمان سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام گناہوں سے پاک ہونے کے قرآنی طریق اور حقیقی نجات کی فلاسفی کو واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"نجات کی فلاسفی یہی ہے کہ خدا سے پاک اور کامل تعلق پیدا کرنے والے اُس لازوال نور کا مظہر ہو جاتے ہیں اور اُس کی محبت کی آگ میں پڑ کر ایسے اپنی ہستی سے دُور ہو جاتے ہیں جیسا کہ لوہا آگ میں پڑ کر آگ کی صورت ہی اختیار کر لیتا ہے مگر درحقیقت وہ آگ نہیں ہے لوہا ہے۔ اور جیسا کہ خدا کی تجلیات سے اس کے عاشقوں میں ایک حیرت نما تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے ایسا ہی خدا بھی ان کے لئے ایک تبدیلی پیدا کرتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ خدا غیر متبدّل اور ہر ایک تبدیلی سے پاک ہے مگر اُن کے لئے وہ ایسے عجائب کام دکھلاتا ہے کہ گویا وہ ایک نیا خدا ہے، وہ خدا نہیں ہے جو عام لوگوں کا خدا ہے۔ کیونکہ جس قدر خدا کے راستباز بندے اپنے پاک اعمال اور صدق اور وفا کے ساتھ اُس کی طرف حرکت کرتے ہیں یہاں تک کہ اپنی پہلی ہستی سے مر جاتے ہیں، خدا بھی ان کی طرف اکرام اور نصرت کے ساتھ حرکت کرتا ہے یہاں تک کہ اپنی نصرت اور حمایت اور غیرت کو اُن کے لئے ایسے طور سے دکھاتا ہے کہ وہ معمولی طور پر نہیں بلکہ وہ نصرت خارق عادت طور پر ظاہر ہوتی ہے۔

یہ بالکل غیر ممکن اور خدا کی کریمانہ عادت کے برخلاف ہے کہ خدا تعالیٰ ایسے بندے کو جہنم میں ڈالے کہ جو اپنے سارے دل اور ساری جان اور کامل اخلاص سے اُس کی محبت میں محو ہے، اور ایسا محو ہے جیسا کہ سچی محبت کا تقاضا ہونا چاہیئے، کسی کو اُس کے برابر نہیں جانتا بلکہ ہر ایک کو اُس کے مقابل پر کالعدم سمجھتا ہے اور اپنے وجود کو اُس کی راہ میں فنا کرنے کو تیار رہے۔ پھر ایسا شخص کیوں کر موردِ عذاب

ہے۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ کامل محبت ہی نجات ہے۔ بھلا تم سچ کہو کہ کیا تم اپنے ایک بچے کو جس سے تم بہت ہی محبت رکھتے ہو دانستہ آگ میں ڈال سکتے ہو؟ پھر خدا جو سراسر محبت ہے اُن لوگوں کو جو اُس سے پیار کرتے ہیں اور ذرہ ذرہ اُن کا اُس کی محبت میں مستغرق ہے کیوں کر آگ میں ڈالے گا۔ پس کوئی قربانی اس سے بہتر قربانی نہیں ہے کہ انسان اُس محبوب حقیقی سے اس قدر محبت کرے کہ خود وہ اس بات کو محسوس کرے کہ درحقیقت اُس کے سوا کوئی اس کا محبوب اور پیارا نہیں۔ اور نہ صرف اس قدر بلکہ اس کے لئے خود اپنے نفس کی محبت بھی چھوڑ دے اور اس کے لئے تلخ زندگی اختیار کرے۔ جب اس نقطۂ کمال تک پہنچ جائے گا تو بلاشبہ نجات یافتہ ہے اور اس مرتبۂ محبت پر نہ کسی تناسخ کے چکر کی اس کو حاجت ہے اور نہ اس کو اپنے لئے کسی کو صلیب دینے کی ضرورت ہے۔

اور اس مرتبۂ محبت پر انسان صرف خیالی طور پر اپنے تئیں نجات یافتہ قرار نہیں دیتا بلکہ اندر ہی اندر وہ محبت اس کو تعلیم دیتی ہے کہ خدا کی محبت تیرے ساتھ ہے۔ اور پھر خدا کی محبت اس کے شامل حال ہو کر ایک سکینت اور شانتی اس کے دل پر نازل کرتی ہے اور خدا وہ معاملات اس سے شروع کر دیتا ہے جو خاص اپنے پیاروں اور مقبولوں سے کرتا آیا ہے یعنی اس کی اکثر دعائیں قبول کر لیتا ہے اور معرفت کی باریک باتیں اس کو سکھلاتا ہے اور بہت سی غیب کی باتوں پر اُس کو اطلاع دیتا ہے اور اُس کے منشاء کے مطابق دنیا میں تصرفات کرتا ہے اور عزت اور قبولیت کے ساتھ دنیا میں اس کو شہرت دیتا ہے اور جو شخص اس کی دشمنی سے باز نہ آوے اور اس کے ذلیل کرنے کے درپے رہے آخر اُس کو ذلیل کر دیتا ہے اور اُس کی خارق عادت طور پر تائید کرتا ہے اور لاکھوں انسانوں کے دلوں میں اُس کی اُلفت ڈال دیتا ہے اور عجیب و غریب کرامتیں اُس سے ظہور میں لاتا ہے اور محض خدا کے الہام سے لوگوں کے دلوں کو اُس کی طرف کشش ہو جاتی ہے۔ تب وہ انواع و اقسام کے تحائف اور نقد اور جنس کے ساتھ اُس کی خدمت کے لئے دوڑتے ہیں۔ اور خدا اُس سے نہایت لذیذ اور پُرشوکت کلام کے ساتھ مکالمہ مخاطبہ کرتا ہے جیسا کہ ایک دوست ایک دوست سے کرتا ہے۔ وہ خدا جو دنیا کی آنکھ سے مخفی ہے وہ اُس پر ظاہر ہو جاتا ہے اور ہر ایک غم کے وقت اپنی کلام سے اُس کو تسلی دیتا ہے۔ وہ اس سے سوال و جواب کے طور پر اپنے فصیح اور لذیذ اور پُرشوکت کلام کے ساتھ باتیں کرتا ہے اور سوال کا جواب دیتا ہے اور جو باتیں انسان کے علم اور طاقت سے باہر ہیں وہ اُس کو بتلا دیتا ہے مگر نہ نجومیوں کی طرح بلکہ اُن مقتدر بادشاہوں کی طرح جن کی ہر ایک بات میں شاہانہ قدرت بھری ہوئی ہوتی ہے۔

وہ ایسی پیشگوئیاں اُس پر ظاہر کرتا ہے جن میں اُس کی عزت اور اُس کے دشمن کی ذلت ہو اور اُس کی فتح اور دشمن کی شکست ہو۔ غرض اسی طرح وہ اپنے کلام اور کام کے ساتھ اپنا وجود اُس پر ظاہر کر دیتا ہے۔ تب وہ ہر ایک گناہ سے پاک ہو کر اُس کمال تک پہنچ جاتا ہے جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے۔ اور بغیر اِس کے ممکن نہیں کہ کوئی کسی گناہ سے پاک ہو سکے۔

سب سے زیادہ انسان کے لئے مشکل یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی ہستی پر اُس کو یقین آجاوے اور اُس کے دل میں یہ ایمان پیدا ہو کہ اُس کی اطاعت سے دونوں جہانوں میں راحت اور آرام ملتا ہے اور اُس کی نافرمانی تمام دُکھوں کی جڑ ہے۔ پس اگر یہ معرفت پیدا ہو جائے تو پھر خود بخود انسان گناہ سے کنارہ کش ہو جاتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے اور یقین کرتا ہے کہ خدا دیکھ رہا ہے اور وہ قادر ہے کہ اِس دنیا کو اُس کے لئے جہنم بنا دے۔ اور یہ بات تو ہر ایک کو معلوم ہے کہ جس کسی موذی چیز کا انسان کو علم ہو جاتا ہے اُس سے ہمیشہ بھاگتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اسکے چھونے میں میری ہلاکت ہے۔ مثلاً انسان کسی سانپ کے سوراخ میں ہاتھ نہیں ڈالتا کیونکہ یقین کرتا ہے کہ اُس سوراخ میں سانپ ہے۔ ایسا ہی انسان کسی زہر کو نہیں کھاتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ درحقیقت وہ زہر ہے۔ اور اِن موذی چیزوں سے بچنے کے لئے اپنے تئیں کسی کفارہ کا محتاج نہیں دیکھتا اور نہ اِس بات کی حاجت دیکھتا ہے کہ کوئی شخص صلیب پر چڑھے تا وہ اِن موذی چیزوں سے نجات پا دے بلکہ فقط اُس کو اِس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ اُس کو یقینی علم ہو جاوے کہ یہ موذی چیز ہے جس کو چھونے سے میری ہلاکت ہے۔ مثلاً جب اُس کو معلوم ہو جاوے کہ اِس سوراخ میں سانپ رہتا ہے اور یا یہ چیز زہر قاتل ہے تب اِس علم کے بعد خود بخود اُس کی فطرت میں اس موذی چیز سے ایک خوف پیدا ہو جاتا ہے اور وہ اس کے نزدیک نہیں جاتا بلکہ اُس سے بھاگتا ہے۔ مثلاً جب بیمار دیکھتا ہے کہ فلاں چیز کا کھانا اُس کو نقصان کرتا ہے اور اس کی جان کو سخت خطرہ میں ڈالتا ہے تو وہ ایسی چیز سے پرہیز کرتا ہے بلکہ اگر اُس کو وہ چیز مفت بھی دی جائے تب بھی اسکو دُور پھینک دیتا ہے۔

اب جبکہ انسانی فطرت میں یہ خاصیت ہر جگہ اور ہر موقع پر پائی جاتی ہے تو طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ انسان خدا کے گناہ سے کیوں پرہیز نہیں کرتا اور کیوں اِس موذی چیز سے دُور نہیں بھاگتا جیسا کہ دوسری موذی چیزوں سے بھاگتا ہے؟ اِس سوال کا صاف جواب یہ ہے کہ انسان گناہ کے ضرر پر ایسا یقین نہیں رکھتا جیسا کہ سانپ وغیرہ کے ضرر پر اس کو یقین ہے۔ اب جب یہ امر تشخیص ہو چکا تو صاف طور پر معلوم ہو گیا کہ انسان کو گناہ سے بچنے کے لئے کسی کفارہ وغیرہ کی ضرورت نہیں بلکہ یہ ضرورت ہے کہ اُس کو خدا کی ہستی پر

کامل یقین پیدا ہو جائے اور اس بات کا یقین ہو جائے کہ خدا کا گناہ زہرِ قاتل ہے تب وہ خود بخود گناہ سے ایسا ہی پرہیز کرے گا جیسا کہ وہ سانپ وغیرہ سے پرہیز کرتا ہے۔

اے دوستو! گناہ سے بے خوف ہونے کی یہی وجہ ہے کہ غافل انسان کو نہ خدا پر یقینی ایمان ہے نہ اس کی سزا پر۔ ورنہ انسان اپنی ذات میں بزدل ہے۔ اگر ایک گھر میں کسی چھت کے نیچے چند آدمی بیٹھے ہوں اور یک دفعہ سخت زلزلہ آوے تو وہ سب کے سب باہر کی طرف دوڑتے ہیں۔ اس کا یہی سبب ہوتا ہے کہ وہ یقین رکھتے ہیں کہ اگر چند منٹ اور چھت کے نیچے بیٹھے رہے تو موت کا شکار ہو جائیں گے۔ مگر چونکہ گناہ کرنے والوں کو خدا پر یقین نہیں، نہ اس کی سزا پر یقین ہے اس لئے وہ لوگ دلیری سے گناہ کرتے ہیں۔ جو لوگ جھوٹے اور بناوٹی ذریعے نجات کے لئے ڈھونڈتے ہیں وہ اور بھی گناہ پر دلیر ہو جاتے ہیں کیونکہ جھوٹا ذریعہ کوئی یقین نہیں بخشتا۔ مگر جس شخص کو یہ علم یقینی حاصل ہو جاتا ہے کہ درحقیقت خدا ہے اور درحقیقت گناہ گار بے سزا نہیں رہے گا، بشرطیکہ یقینی علم ہو نہ محض رسمی، وہ بلاشبہ اپنے تئیں گناہ کی راہوں سے بچائے گا۔ سچی فلاسفی نجات کی یہی ہے جو قرآن شریف نے ہم پر ظاہر کی۔ اگر چاہو تو قبول کرو۔"

(چشمۂ معرفت۔ صفحات ۵۰ تا ۵۴)

دو قسم کی قدرت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"غرض (اللہ تعالیٰ) دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے۔ اوّل خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے۔ دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے اور دشمن زور میں آجاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائے گی اور خود جماعت کے لوگ بھی تردد میں پڑ جاتے ہیں اور ان کی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں اور کئی بدقسمت مرتد ہونے کی راہیں اختیار کر لیتے ہیں تب خدا دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے۔" (الوصیّت)

منظوم عربی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

وَلَيْسَ لَهُ بِهٰذَا الْفَضْلِ ثَانِي

(قرآن اپنے فضائل میں بے مثل ہے)

وَأَيْنَ يَكُوْنُ لِلْقُرْآنِ مِثْلٌ　　وَلَيْسَ لَهُ بِهٰذَا الْفَضْلِ ثَانِي

اور قرآن کی مثال کوئی دوسری چیز کیوں کر ہو کیونکہ وہ تو اپنے فضائل میں بے مثل ہے

وَرِثْنَا الصُّحُفَ فَاقَتْ كُلَّ كُتُبٍ　　وَسَبَقَتْ كُلَّ اَسْفَارٍ بِشَانٍ

ہم اس کتاب کے وارث بنائے گئے جو سب کتابوں پر فائق ہے ایسی کتاب جو اپنے کمالات میں تمام کتابوں پر سبقت لے گئی ہے

مَحَتْ كُلَّ الطَّرَائِقِ غَيْرَ بِرٍّ　　وَجَذَّتْ رَأْسَ بِدْعَاتِ الزَّمَانِ

اس نے بغیر نیکی کے ہر ایک راہ کو معدوم کردیا اور تمام بدعتوں کا سر کاٹ دیا جو زمانہ میں شائع تھیں

كَأَنَّ سُيُوْفَهَا كَانَتْ كَنَارٍ　　بِهَا حُرِقَتْ مَخَارِيْقُ الْاَدَانِي

گویا اس کی تلواریں ایک آگ کی طرح تھیں ان سے وہ تمام گدکے جل گئے جو سفلہ لوگوں کے ہاتھ میں تھے۔

إِذَا اسْتَدْعٰى كِتَابُ اللّٰهِ مِثْلًا　　فَعَيَّ الْقَوْمُ وَاسْتَتَرُوْا كَفَانِي

جب کتاب اللہ نے اپنی مثل کا مطالبہ کیا تو قوم مقابلہ سے عاجز ہوگئی اور فنا شدہ چیز کی طرح چھپ گئی۔

وَسُلِبَتْ جُرْءَةُ الْاِسْنَافِ مِنْهُمْ　　مِنَ الْهَوْلِ الَّذِيْ حَلَّ الْجَنَانِ

اور پیش قدمی کی ہمت ان سے مسلوب ہوگئی اور یہ ہیبت الٰہی تھی جو اُن کے دل میں بیٹھ گئی۔

وَاَنْزَلَهُ مُهَيْمِنُنَا حُدَيًّا　　فَفَرُّوْا كُلُّهُمْ كَالْمُسْتَهَانِ

اور خدا تعالیٰ نے اس کو بے مثل اور طالب معارض نازل کیا پس کفار اس کی مثل بنانے پر قادر نہ ہوسکے اور سرگرداں ہو کر بھاگ گئے۔

(نور القرآن الحصّۃ الاولیٰ)

منظوم فارسی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

موسمِ لالہ زار و وقتِ بہار

(لالہ زار کا موسم اور بہار کا وقت)

آمدم چوں سحر بلجۂ نور　　تا شود تیرگی زِ نورم دُور

مَیں نُور کا ایک طوفان لے کر صبح کی طرح آیا ہوں تاکہ یہ اندھیرا میرے نُور کی وجہ سے دُور ہو جائے

شور افگندہ ام کہ تا زیں کار　　خلق گردد زِ خوابِ خود بیدار

مَیں نے شور برپا کر رکھا ہے تاکہ اس کی وجہ سے خلقت اپنی نیند سے بیدار ہو جائے

غافلاں من زِ یار آمدہ ام　　ہمچو بادِ بہار آمدہ ام

اے غافلو! مَیں محبوب کے پاس سے آیا ہوں اور بادِ بہار کی طرح آیا ہوں۔

ایں زمانم زمانۂ گلزار　　موسمِ لالہ زار و وقتِ بہار

یہ میرا زمانہ گلزار کا زمانہ ہے یعنی لالہ زار کا موسم اور بہار کا وقت ہے

آمدم تا نگار باز آید　　بیدلاں را قرار باز آید

مَیں اس لئے آیا ہوں تاکہ محبوب لَوٹ آئے اور بددل لوگوں کو پھر آرام نصیب ہو

دستِ غیبم بپرورد ہر دم　　کرد وحیش بمن ظہورِ اتم

ایک غیبی ہاتھ ہر دم میری پرورش کرتا ہے اور اُس کی وحی نے کامل طور سے مجھ پر ظہور کیا ہے۔

نُورِ الہام ہمچو بادِ صبا　　نزدم آرد زغیب خوشبوہا

الہامِ الٰہی کا نُور بادِ صبا کی طرح غیب سے میرے پاس خوشبوئیں لا رہا ہے۔

(نزول المسیح)

اِعتصام بحبل اللہ اور اُس کی اہمیّت

شیطان کے حملوں سے بچنے کے تین قرآنی طریق!

(سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ)

ذیل میں سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۵ر نومبر ۱۹۶۶ء کا ایک حصہ ہدیۂ قارئین کیا جاتا ہے جس میں حضور نے سورۂ آلِ عمران کی آیت وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۗ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ کی نہایت لطیف تفسیر بیان کر کے اعتصام بحبل اللہ کی اہمیّت پر روشنی ڈالی ہے اور شیطان کے حملوں سے بچنے کے تین قرآنی طریقوں کو بہت ہی رُوح پرور انداز میں واضح فرمایا ہے۔ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا:-

"اِس (آیۂ کریمہ) میں وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا کے ارشاد میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں تین حُکم دیئے ہیں۔

حبل اللہ کے ایک معنے عہد کے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ فرمایا کہ اے مومنو! جنہوں نے خدا کی آواز پر لبّیک کہتے ہوئے اُس کے رسول کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اپنے رب سے ایک عہد بیعت باندھا ہے تم اس عہد پر مضبوطی سے قائم رہنا کیونکہ جو لوگ خدا سے عہد باندھ کر بعد میں اسے بھول جاتے یا اسے توڑ دیتے ہیں اور اس عہد کی ذمہ واریوں کو نبھاتے نہیں اللہ تعالیٰ ایک دن ان سے اس عہد کے توڑنے یا اُس کی ادائیگی میں غفلت برتنے کے متعلق ضرور سوال کرے گا۔

دوسرا حکم اِس میں یہ ہے کہ حبل اللہ کے دوسرے معنے ہیں وہ تمام وسیلے اور ذرائع اور تدابیر جن کو اختیار کر کے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ مفرداتِ راغب میں اِس کے یہ معنے دیئے گئے ہیں اَلَّذِیْ مَعَهُ التَّوَصُّلُ بِهٖ اِلَيْهِ مِنَ الْقُرْاٰنِ وَالْعَقْلِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ مِمَّا ا

اِعْتَصَمْتَ بِهٖ اَدَّاكَ اِلٰى جِوَارِهٖ یعنی وہ تمام وسیلے اور تدبیریں جن کو جب مضبوطی سے پکڑا جائے اور ان پر عمل کیا جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کے قرب تک پہنچا دیتے ہیں۔ ان میں سے انہوں (امام راغب) نے بطور مثال قرآن کریم اور عقلِ انسانی کا ذکر کیا ہے اور یہ بتانے کے لئے کہ بہت سی باتیں ہیں جو ان میں شامل ہیں وغیر ذٰلک کے الفاظ رکھ دیئے ہیں۔ تین بڑی چیزیں ہیں جو قربِ الٰہی کی راہوں کو ہم پر منکشف کرتی ہیں۔ سب سے پہلے اور سب سے اہم تو قرآن کریم ہے جس نے شریعت کی تمام باتوں کو کھول کھول کر بیان کر دیا ہے۔ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوۂ حسنہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عملی زندگی میں قرآن کریم کی تصویر کامل اور مکمل طور پر ہمارے سامنے پیش کی۔ اور تیسری جگہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال اور احادیث ہیں۔

جہاں تک قرآن کریم کا تعلق ہے اس میں ایک تو وہ ابدی صداقتیں اور بنیادی ہدایتیں ہیں جو اُس دن سے کہ قرآن کریم دنیا میں نازل ہوا قابلِ عمل ہیں اور اُس وقت تک قابلِ عمل رہیں گی کہ دنیا پر قیامت آجائے۔ پھر وقتی الجھنوں کو سلجھانے کے لئے قرآن کریم بعض ہدایتیں دیتا ہے جو جزئیات سے تعلق رکھتی ہیں اور جو وقت کا مطالبہ ہو اُسے وہ پورا کرتا ہے۔ پہلے زمانوں میں بھی پورا کرتا آیا ہے، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں بھی پورا کر رہا ہے اور آپ کے خلفاء کے زمانہ میں بھی پورا کرتا چلا جائے گا۔ اور جیسا کہ پہلے ہوا اگر خدانخواستہ کبھی خلافت کا سلسلہ منقطع ہوا تو اولیاء اللہ پیدا ہوتے رہیں گے جو وقت کے تقاضوں کے مطابق قرآن کریم سے نور لے کر دنیا کے اندھیروں کو دور کرتے رہیں گے۔ تو پہلی چیز تو قرآن کریم ہے جس کے ذریعہ سے، جسے پڑھ کے، جسے سمجھ کے، جس کی تفاصیل کا علم حاصل کر کے اور پھر اس کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھال کر ہم اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر سکتے ہیں۔ پس پہلے تو یہ بتایا کہ تم نے ایک عہد باندھا ہے اسے مضبوطی سے پکڑے رکھنا۔ اور ساتھ ہی اسی لفظ میں ایک دوسرے معنی کے لحاظ سے ہمیں یہ بتایا کہ اس عہد کو مضبوطی سے کیسے پکڑا جا سکتا ہے۔ یعنی قرآنی ہدایت و شریعت پر عمل کر کے اور اسے حرزِ جاں بنا کر۔

اور حبل اللہ کے تیسرے معنی ہیں وصل اور وصال کے، مقامِ قرب کے حصول کے۔ تو فرمایا کہ جب تم اللہ تعالیٰ تک پہنچ جاؤ اور تمہیں اس کا قرب حاصل ہو جائے تو اس مقامِ قرب کی حفاظت کرتے رہنا اور صدق و وفا کے ذریعہ شیطانی حملوں سے اسے بچانا۔ تو پہلے یہ کہا کہ اپنے عہدوں پر مضبوطی سے قائم رہو۔ پھر یہ فرمایا کہ ان عہدوں پر مضبوطی سے قائم ہونے کے یہ معنے ہیں کہ وہ راستے، وہ طریق جو قرآن کریم نے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ نے اور آپ کے ارشادات نے خدا تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے تمہیں

بتاتے ہیں ان کو لازم پکڑو، اس طرح تم خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کر لوگے۔ تیسرے یہ حکم دیا کہ جب تم مقامِ قرب کو پالو تو پھر بھی تم شیطان سے محفوظ نہیں جب تک کہ اسی حالت میں وفات نہ ہو جائے اور انسان کا انجام بخیر نہ ہو جائے۔ اس سے پہلے شیطان ساری زندگی میں انسان پر حملہ آور ہوتا رہتا ہے، اپنی پوری کوشش کرتا ہے کہ خدا کا وہ بندہ جس نے اعمالِ صالحہ اور مجاہدات کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب کر کے اُس کے قُرب اور اس کی رضا کو حاصل کیا تھا وہ شیطان اُس بندۂ خدا کو اس مقام سے پرے ہٹا دے۔ مذہب کی تاریخ میں اس کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں کہ خدا کے بعض بندوں نے اُس کا قُرب حاصل کیا لیکن بعد میں شیطان نے اُن پر کامیاب حملہ کیا اور مقامِ رفعت سے گرا کے انہیں نارِ جہنم میں دھکیل دیا جیسا کہ خود حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بعض صحابہ کے متعلق کہیں گے کہ یہ میرے صحابہ تھے، جہاں تک میرا علم ہے انہوں نے میری باتوں کو سُنا اور مانا اور ان پر عمل بھی کیا، ان کو جہنم کی طرف کیوں لے جایا جا رہا ہے؟ تو آپؐ کو بتایا جائے گا کہ آپؐ کی وفات کے بعد جو بداعمالیاں ان سے سرزد ہوئیں آپؐ ان سے واقف نہیں، یہ لوگ اس مقامِ رفعت کو قائم نہیں رکھ سکے، اس مقام سے گر گئے اور آج اللہ تعالیٰ کے غضب اور اس کی لعنت کا مورد بن گئے ہیں ——

تو تیسرا حکم ہمیں وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا میں اللہ تعالیٰ نے یہ دیا ہے کہ جب تم میری رضا کو اس دُنیا میں حاصل کر لو، میرے قرب کو پالو، تب بھی مطمئن نہ ہو جانا کہ تمہاری قربانیاں اور مجاہدات جو تم کر چکے ہو وہی کافی ہیں اور میری رضا کے مقام پر قائم رہنے اور اس میں مزید ترقی کرنے کے لئے تمہیں کچھ اور نہیں کرنا۔ اُس وقت بھی آگے سے آگے تمہارا قدم جانا چاہیئے۔ تمہاری پہلی قسم قربانیاں بعد میں آنے والی قربانیوں کے مقابلہ میں ہیچ نظر آنے لگیں۔ پوری کوشش تمہیں کرنی پڑے گی کہ شیطان تم پر کامیاب حملہ نہ کر سکے۔ حملہ تو وہ ضرور کرتا ہے اور کرتا رہے گا لیکن اصل بات یہ ہے کہ انسان شیطان کے حملوں سے اپنے آپ کو بچائے اور اُس کے دامِ فریب میں اپنے آپ کو نہ آنے دے۔

یہ تین معنے وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ کے ہیں۔ اور معانی کی اس ترتیب سے جو میں نے بیان کی ہے اللہ تعالیٰ نے درجہ بدرجہ ہمیں تین سبق دیئے ہیں اور ہوشیار کیا ہے اور متنبہ کیا ہے اور ہمیں ڈرایا ہے اس بات سے کہ اگر تم عہد توڑو گے تب بھی تباہی، عہد کے نباہتے وقت قرآن کریم سے مُنہ موڑو گے تب بھی ہلاکت، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کے اُسوہ اور آپؐ کے ارشادات کی عظمت قائم نہیں کرو گے تب بھی شیطان کا کامیاب وار تم پر ہو جائے گا۔ اور پھر جب تم یہ سب کچھ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کر لو گے تو اُس وقت بھی مقامِ خوف رہے گا۔ جب تک تم اس دنیا میں زندہ ہو، جب تک تم اپنے انجام کو نہ پہنچ جاؤ، اُس وقت تک چوکس اور بیدار رہ کر اپنے مقامِ رفعت اور مقامِ روحانیت کی حفاظت کرنا تمہارے لئے ضروری ہے۔ پس وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ اگر تم اُس مفہوم کے مطابق جو عربی کے لحاظ سے وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا کا ہے ہمارے حکم بجا لاؤ گے تو اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ تمہارے اندر کوئی ایسا تفرقہ پیدا نہیں ہو گا جو ملت کے شیرازہ کو بکھیر دے اور ترقی کی جو منازل اُمتِ مسلمہ طے کر رہی ہے۔ اس میں تنزل کا کوئی رخنہ واقع ہو جائے۔" (الفضل ۱۷؍ مارچ ۱۹۶۷ء)

دوسری قدرت کا دائمی وعدہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اُس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہو گا۔ اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک مَیں نہ جاؤں۔ لیکن جب مَیں جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔"

(الوصیت)

خلافتِ ثالثہ کا قیام اور ہمارا نہایت اہم فرض

کامل اطاعت اور اس کی بنیادی اہمیت

(محترم جناب چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب جج عالمی عدالت)

محترم جناب چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب جج عالمی عدالت نے جماعت احمدیہ کے ۷۵ ویں جلسہ سالانہ ۲۶، ۲۷، ۲۸ جنوری ۱۹۶۷ء میں خلافت کے موضوع پر جو اہم تقریر فرمائی تھی اس کا آخری حصہ مرتب کر کے افادہ عام کی غرض سے ذیل میں ہدیہ قارئین کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

جماعت پچاس سال سے زائد عرصہ تک حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت آپ کے حسنِ تدبر اور آپ کے ذریعہ حاصل ہونے والی خدائی حفاظت کی اس قدر عادی ہو چکی تھی کہ ہم بالکل یوں محسوس کرتے تھے جیسے ماں کی گود میں بچے ہوتے ہیں۔ پھر خدائی مقدرات کے ماتحت وہ گود ہم سے چھوٹ گئی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے خلافتِ ثالثہ کے قیام کے ذریعہ چشم حقیقت بین کے لئے عظیم الشان نشانوں کا ایک سلسلہ جاری کر دیا اور ثابت کر دیا کہ میں قادر ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر خلافتِ ثالثہ کے قیام کی بھی خبر دی تھی۔ چنانچہ الہام نافلةً لك اسی بشارت پر مشتمل تھا۔ اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی فرمایا تھا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتایا گیا ہے کہ میرا ایک بیٹا ہوگا جو ناصر دین ہوگا۔ اس سلسلہ میں متعدد پیشگوئیاں اور نشانات سلسلہ کے اخبارات و رسائل میں چھپ چکے ہیں۔ ایک بات اور بھی ہے جس کا اس تسلسل میں تذکرہ میری نظر سے نہیں گزرا۔ میں چاہتا ہوں کہ اس موقع پر اسے اختصار کے ساتھ بیان کر دوں۔ وہ بات جو میں بیان کرنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ خلافتِ ثالثہ کے متعلق ایک رؤیا حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی دیکھی تھی۔ کم از کم میرے ذوق کے مطابق وہ رؤیا خلافتِ ثالثہ کے متعلق بھی تھی۔ وہ میں آپ کو پڑھ کر سنا دیتا ہوں۔ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے انکشاف ہونے پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مصلح موعود ہونے کا اعلان فرمایا تو حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے ایک مضمون میں لاہوری بھائیوں سے خطاب فرمایا جو رسالہ "فرقان"

بابت اپریل ۱۹۴۴ء میں "قوم کے لوگو! ادھر آؤ کہ نکلا آفتاب" کے زیر عنوان شائع ہوا۔ اس کے آخر میں آپ فرماتے ہیں :۔

"گو میں اِس کا عادی نہیں اور اِس قسم کے اظہار سے طبعاً گریز کرتا ہوں مگر اپنے بچھڑے ہوئے بھائیوں کی ہدایت کی غرض سے اِس جگہ اپنی بھی ایک رؤیا بیان کئے دیتا ہوں تا شاید وہ کسی بھٹکے ہوئے دوست کی ہدایت کا باعث بن جائے۔ انما الاعمال بالنیّات۔

دو سوا دو سال کا عرصہ ہوا جبکہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کی طرف سے مصلح موعود کے بارہ میں کوئی معیّن اعلان نہیں ہوا تھا اور نہ آپ پر اس بارہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی انکشاف ہی ہوا تھا اور میرے وہم و گمان میں بھی مصلح موعود والی پیشگوئی کا مضمون نہیں تھا میں نے ایک خواب دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ میں اپنے مکان کے صحن میں کھڑا ہوں۔ اُس صحن کے مشرقی جانب جو مکان حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا ہے جس میں آجکل حضور کی حرم اوّل سیّدہ اُمِّ ناصر صاحبہ رہتی ہیں اس کے بالائی حصّہ میں جہاں حضرت اقدس نے ایک علیحدہ مسجد بھی بنا رکھی تھی ایک خوبصورت نوجوان کھڑا ہے اور ہمارے صحن کی طرف جھانک رہا ہے۔ اس نوجوان کا رنگ شفاف اور سفید تھا اور اپنی سفیدی کی وجہ سے گویا چمک رہا تھا۔ میں نے جب اس نوجوان کی طرف نظر اُٹھائی تو اشارہ کے ساتھ اُس نوجوان سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ اُس نے اس کے جواب میں مجھے آہستہ سے کہا "خلیفہ . . . . . الدّین" یعنی خلیفہ کے لفظ کے بعد کوئی لفظ بولا جو میں نہیں سمجھ سکا اور آخری لفظ "الدّین" تھا اِس پر میں نے تصریح کے خیال سے کہا کہ "خلیفہ ناصر الدین" تو اُس نے غالباً سر ہلا کر جواب دیا "نہیں" بلکہ میرا نام کچھ اَور ہے۔ جس پر میں نے کہا "خلیفہ صلاح الدین" تو اِس پر اُس نے آہستگی سے گویا اِس بات کو مخفی رکھ کر بتا رہا ہے عربی میں جواب دیا نعم۔ پھر میں قدم بڑھا کر اپنے کمرہ کی طرف جانے لگا۔ تو جب میں دروازہ کے قریب پہنچا تو یہ نوجوان نہایت آہستگی اور وقار کے ساتھ ہوا میں اُترتا ہوا میرے دائیں کندھے پر اِس طرح آ بیٹھا کہ اُس کی ایک ٹانگ میرے سامنے کی طرف آگئی اور ایک پیچھے کی طرف پیٹھ کے ساتھ رہی اور مُنہ میری طرف تھا۔ جونہی یہ نوجوان میرے کندھے پر اُترا میں نے اُس کی ٹانگوں کو سہارا دینے کے رنگ میں اپنے ہاتھوں کے

ساتھ تھام لیا اور اُسے آہستگی سے کہا بڑی دیر سے آئے۔ اِس کے بعد میری آنکھ کھُل گئی۔

آنکھ کھُلنے کے بعد اِس کی کوئی تعبیر میری سمجھ میں نہیں آئی۔ البتہ مَیں نے اِسے ایک عجیب خواب سمجھ کر اس کا ذکر اپنے کئی عزیزوں سے کیا اور اس کے بعد اِس خواب کو بھُول گیا۔ دو سال تک بالکل بھُولا رہا۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح نے گزشتہ ایام میں ایک رؤیا کی بناء پر اپنے مصلح موعود ہونے کا اعلان کیا اُس وقت میری لڑکی عزیزہ امۃ الحمید بیگم اور میری بھانجی عزیزہ محمودہ بیگم سلمہما اللہ تعالیٰ نے یاد کرایا کہ دو سال ہوئے آپ نے یہ خواب دیکھا تھا اور ساتھ ہی کہا ہمارے خیال میں یہ حضرت صاحب کے دعویٰ مصلح موعود پر چسپاں ہوتا ہے اب مَیں نے سمجھا کہ واقعہ میں یہ خواب اس امر کے متعلق تھا۔ چنانچہ غور کرنے پر معلوم ہوا کہ خواب میں کئی باتیں خاص طور پر قابلِ توجہ ہیں۔ مثلاً (۱) اُس نوجوان کا حضرت خلیفۃ المسیح کے مکان پر اس کے بلند ترین حصّہ میں نظر آنا، جس میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کے وجود کی طرف اشارہ ہے (۲) اس کا اپنا نام خلیفہ صلاح الدین ظاہر کرنا جو اِن الفاظ کا لفظی ترجمہ ہے کہ وہ مصلح موعود جو حضرت مسیح موعود کا خلیفہ بھی ہے۔ اور سب جانتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کا بعینہٖ یہی دعویٰ ہے۔ (۳) اس کا آہستگی اور اخفاء کے رنگ میں بولنا کہ ابھی پُورے انکشاف اور اعلان کا وقت نہیں آیا۔ (۴) اُس کا میرے سوال کے جواب میں عربی زبان میں نعم کہنا حضرت خلیفۃ المسیح کے اس رؤیا کے مطابق ہے جس میں آپ نے اپنے آپکو عربی میں گفتگو فرماتے دیکھا۔ (۵) میرا اُسے یہ الفاظ کہنا بڑی دیر سے آئے جو حضرت مصلح موعود کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اِن الہامی الفاظ کا لفظی ترجمہ ہے "دیر آمدہ ؕ"

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اِس خواب کے تعلق میں پانچ باتوں کا ذکر کیا ہے لیکن چھٹی بات اِس میں یہ بھی تھی کہ مَیں ناصر الدین نہیں، ابھی اس کا وقت نہیں آیا۔ گویا خلیفہ ناصر الدین بھی آنیوالا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لمبی بیماری میں بھی بہت سی حکمتیں تھیں۔ ایک حکمت یہ بھی تھی کہ جماعت کو تیار کیا جا رہا تھا کہ اب تم کو اپنے کاموں کو نئے سرے سے سنبھالنا ہو گا اور نئی ذمہ داریاں ادا کرنی ہوں گی۔ لہذا اُس صدمہ کے لئے جو آنے والا ہے تیار ہو جاؤ۔ اگر اس قسم اور اِس شان کی طویل

خلافت سے فیضیاب ہوتے ہوئے فوری طور پر وہ صدمہ آتا تو شاید کئی ہم میں سے دیوانے ہی ہوجاتے۔ یہ ایک حکمت تھی۔ اور بہت سی حکمتیں ہیں جو رفتہ رفتہ ظاہر ہوں گی۔

الغرض اس صدمہ کے بعد خلافتِ ثالثہ کے قیام سے قلوب پر عجیب نزول سکینت ہوا احباب کو اس کثرت سے رؤیا و کشوف ہوئے کہ کوئی شخص اس میں شک نہیں کر سکتا کہ اللہ تعالیٰ کی یہی منشاء تھی۔ اس سلسلہ میں میرا اپنا خواب بھی ہے۔ میں نے دیکھا کہ نیا خلیفہ منتخب ہوگیا ہے اور وہ چھپن سال کا ہے۔ مجھے اس وقت معلوم نہیں تھا کہ خلیفہ ثالث کی عمر کتنی ہے۔ اگر کوئی مجھ سے پوچھتا تو میں اندازہ کر کے بتاتا کوئی پچاس پچپن سال ہوگی۔ لیکن عین نومبر ۱۹۶۵ء میں آپ چھپن سال کے ہوئے۔

ہمیں چاہیئے کہ ہم اس نعمت کی کماحقہٗ قدر کریں اور اللہ تعالیٰ کے اس احسان پر اس کا شکر بجالائیں اور لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ کے خدائی ارشاد کو کبھی فراموش نہ کریں۔ اس ایک سال سے ہی اندازہ کر لو کہ جس نور کی ابتداء یہ ہے اس کی انتہا کیا ہوگی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے چاہیئے کہ ہم اس سے پورا پورا فائدہ اُٹھائیں۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھیں اور اسکے احسانوں پر ہر آن شکر گزاری کے جذبات سے لبریز رہیں۔ وہ فرماتا ہے وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَآءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ إِخْوَانًا ج وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ط كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ○

جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے بیعت کے معنے ہیں بِک جانا۔ اس کے بعد اپنا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا ؎

آنجا جز آں جاں بسپارند چارہ نیست

یہ وہ مقام ہے کہ جب تک پوری جان کو سپرد نہ کیا جائے کوئی چارہ نہیں ہو سکتا۔ ورنہ اطاعت سے انسان باہر ہو جاتا ہے۔ اور کامل اطاعت ہی جادۂ تقویٰ ہے۔ چاہیئے کہ ہم اپنے نفسوں کو ٹٹولتے رہیں اور چوکس اور ہشیار رہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ تقویٰ کا زعم یا علم کا غرور یا عقل پہ ناز یا تجربہ پر بھروسہ یا فراست پر گھمنڈ ہم میں سے

کسی کو فریب دے۔ ان میں سے اور دیگر نعمتوں میں سے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے عطا فرمایا ہے اس کا شکر اور صحیح مصرف وحدت اور اطاعت ہی میں مضمر ہے۔ جماعت اس کا لمبا تجربہ کر چکی ہے وَمَنْ جَرَّبَ الْمُجَرَّبَ حَلَّتْ بِهِ النَّدَامَةُ۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں نہایت شفیق اور ودود امام عطا فرمایا ہے لیکن ہمیں اس حقیقت سے غافل نہیں ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کو اس مقام کی بڑی غیرت ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کے رحم وکرم پر بھروسہ کرتے ہوئے اس سے عاجزانہ التجا کرتے ہیں رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ○ اور اس کے فضل پر نگاہ رکھتے ہوئے خواستگار ہیں کہ وہ اپنے کرم سے ہمارے قدموں کو مضبوط کرے، ہمارے نصف صدی کے بچھڑے ہوئے بھائیوں کو پھر ہمارے ساتھ شامل کردے، سلسلہ کی قبولیت کو دنیا بھر میں پھیلا دے، ہر مخلص اور درد مند دل کو اس کے ساتھ وابستہ کردے تا اللہ تعالیٰ کا نام بلند ہو اور اس کے محبوب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت دنیا میں قائم ہو اور قرآن کریم پر عمل بنی نوع انسان کا شعار بن جائے۔ آمین ثم آمین *

انزالِ رحمت کا دوسرا طریق

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"دوسرا طریق انزالِ رحمت کا ارسالِ مرسلین و نبییّن و ائمہ و اولیاء وخلفاء ہے تا ان کی اقتداء اور ہدایت سے لوگ راہِ راست پر آجائیں اور ان کے نمونہ پر اپنے تئیں بنا کر نجات پا جائیں سو خدا تعالیٰ نے چاہا کہ اس عاجز کی اولاد کے ذریعہ سے یہ دونوں شق ظہور میں آجائیں۔"

(سبز اشتہار صفحہ ۱۶)

زندہ خدا کی زندہ تجلیات اور اُن کے ثمرات

(مکرم پروفیسر شیخ محبوب عالم صاحب خالد ایم۔اے)

(۱)

دنیا خدا سے بے بہرہ ہے اور اسے عملاً مُردہ یقین کرتی ہے جو نہ سُن سکے اور نہ بول سکے، نہ کچھ دے سکے اور نہ لے سکے اور نہ اپنی دیگر قدرتوں کا مظاہرہ کر سکے۔ مگر اسلام کا خدا ایک زندہ خدا ہے جس کا آسمان اور زمین پر تصرّف ہے اور جو کچھ چاہتا ہے کرتا ہے۔ قادر و توانا خدا نے اس زمانہ میں اپنی ہستی منوانے اور اسلام کی صداقت کو ثابت کرنے کے لئے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور آپؑ کی تائید میں اس نے بے شمار آسمانی نشان دکھائے جو آپؑ کی صداقت پر گواہ ہیں اور اس امر کی دلیل کہ اسلام کا خدا زندہ خدا ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"خدا نے اپنے زندہ کلام سے بلاواسطہ مجھے یہ اطلاع دی ہے اور مجھے اُس نے کہا ہے کہ اگر تیرے لئے یہ مشکل پیش آوے کہ لوگ کہیں کہ ہم کیونکر سمجھیں کہ تُو خدا کی طرف سے ہے تو انہیں کہدے کہ اس پر یہ دلیل کافی ہے کہ اس کے **آسمانی نشان میرے گواہ ہیں۔**" (ضمیمہ رسالہ جہاد صٓ)

پس یہ نشانات سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خدا کی طرف سے مامور ہونے کے زندہ گواہ ہیں جن میں کوئی شخص حضورؑ کا مقابلہ نہیں کر سکتا جیسے کہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"اور دوسرا نشان یہ ہے کہ اگر کوئی ان باتوں میں مقابلہ کرنا چاہے مثلاً کسی دعا کا قبول ہونا اور پھر پیش از وقت اس قبولیت کا علم دیئے جانا اور غیبی واقعات معلوم ہونا جو انسان کی حدِ علم سے باہر ہیں تو اس مقابلہ میں وہ مغلوب رہے گا گو وہ مشرقی ہو یا مغربی۔" (ضمیمہ جہاد صٓ)

اپنی تائید میں آسمانی نشانات کی کمیت و کیفیت بیان فرماتے ہوئے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"میری تائید میں اس نے وہ نشان ظاہر فرمائے ہیں کہ آج کی تاریخ سے جو ۱۶ر جولائی ۱۹۰۶ء

ہے اگر میں ان کو فرداً فرداً شمار کروں تو میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ وہ تین لاکھ سے بھی زیادہ ہیں۔ اور اگر کوئی میری قسم کا اعتبار نہ کرے تو میں اس کو ثبوت دے سکتا ہوں بعض نشان اس قسم کے ہیں کہ جن میں خدا تعالیٰ نے ہر ایک محل پر اپنے وعدہ کے موافق میری ضرورتیں اور حاجتیں اس نے پوری کیں۔ اور بعض نشان اس قسم کے ہیں جن میں اس نے بموجب اپنے وعدہ اِنِّیْ مُھِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ کے میرے پر حملہ کرنے والوں کو ذلیل اور رسوا کیا اور بعض نشان اس قسم کے ہیں جو مجھ پر مقدمات دائر کرنے والوں پر اس نے اپنی پیشگوئیوں کے مطابق مجھ کو فتح دی اور بعض نشان اس قسم کے ہیں جو میری مدت بعث سے پیدا ہوتے ہیں کیونکہ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے یہ مدتِ دراز کسی کاذب کو نصیب نہیں ہوئی اور بعض نشان زمانہ کی حالت دیکھنے سے پیدا ہوتے ہیں یعنی یہ کہ زمانہ کسی امام کے پیدا ہونے کی ضرورت تسلیم کرتا ہے اور بعض نشان اس قسم کے ہیں جن میں دوستوں کے حق میں میری دعائیں منظور ہوئیں۔ اور بعض نشان اس قسم کے ہیں جو شریر دشمنوں پر میری بد دعا کا اثر ہوا۔ اور بعض نشان اس قسم کے ہیں جو میری دعا سے بعض خطرناک بیماروں نے شفاء پائی اور ان کی شفاء کی پہلے خبر دی گئی۔ اور بعض نشان اس قسم کے ہیں جو میرے لئے اور میری تصدیق کے لئے عام طور پر خدا نے حوادثِ ارضی یا سماوی ظاہر کئے اور بعض نشان اس قسم کے ہیں جو میری تصدیق کے لئے بڑے بڑے ممتاز لوگوں کو جو مشاہیر فقراء میں سے تھے خوابیں آئیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا جیسے سجادہ نشین صاحب العلم سندھ جن کے مرید ایک لاکھ کے قریب تھے اور جیسے خواجہ غلام فرید صاحب چاچڑاں والے۔ اور بعض نشان اس قسم کے ہیں کہ ہزارہا انسانوں نے محض اس وجہ سے میری بیعت کی کہ آنحضرتؐ کو خواب میں دیکھا اور آپؐ نے فرمایا کہ دنیا ختم ہونے کو ہے اور یہ خدا کا آخری خلیفہ اور مسیح موعود ہے۔ اور بعض نشان اس قسم کے ہیں جو بعض اکابر نے میری پیدائش یا بلوغ سے پہلے میرا نام لیکر میرے مسیح موعود ہونے کی خبر دی جیسے نعمت اللہ ولی اور میاں گلاب شاہ ساکن جمال پور ضلع لدھیانہ۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۷-۶۸)

حضورؑ کی تائید میں زندہ خدا کے زندہ نشانات کا سلسلہ خدا کے فضل سے اب بھی جاری ہے جو جماعت کے ہر فرد کے لئے خدا کی عنایت سے تقویتِ ایمان کا باعث بنتا ہے۔

---

(۲)

اِس زمانہ میں دنیا مایوسی کا شکار ہے، دلوں میں شدید بے اطمینانی اور بے چینی پائی جاتی ہے اس لئے کہ وہ مذہب سے بیگانہ ہے اور زندہ خدا سے بے تعلق۔ اس کی وجہ سے رُوح کو تسکین میسّر نہیں آتی کیونکہ مادی خوشیوں کے سامان دل کی تسکین مہیا نہیں کر سکتے۔ دُنیا بھر میں صرف ایک جماعت احمدیہ ہے جسے خدا کے فضل سے آسمانی سکینت میسّر ہے، جس کے دلوں پر آسمانی فرشتے نازل ہوتے اور اطمینان وسکون پیدا کرنے کا باعث ہوتے ہیں۔ یہ امتیاز خدا کے فضل سے صرف جماعت احمدیہ کو حاصل ہے جسے زندہ خدا اور اسکی قدرت نمائیوں پر زندہ وکامل یقین میسّر ہے۔ وہ اپنی تاریخ کے اِس دور میں خلیفۃ المسیح کی زیرِ قیادت قربانیاں کرتی ہے، سختیاں برداشت کرتی ہے، ابتلاؤں سے دوچار ہوتی ہے، مصیبتیں سہتی ہے، گالیاں سنتی ہے، ماریں کھاتی ہے اور اذیتیں اُٹھاتی ہے مگر بڑے اطمینان اور سکون اور بشاشتِ قلب کے ساتھ۔ اس کی پیشانی پر کبھی بل نہیں آتا اس لئے کہ اسے یقین ہے کہ قدرتوں والا خدا، آسمان اور زمین کا خدا اُس کے ساتھ ہے اور اس کا حافظ وناصر ہے۔ وہ اسے ضائع نہیں کرے گا۔ یہ مشکلات اور مصائب عارضی ہیں۔ جماعت احمدیہ رضاءِ الٰہی پر راضی ہے کیونکہ اسے یقین ہے کہ ان درمیانی اور عارضی ابتلاؤں کو دُور کر دینے کی اللہ تعالیٰ میں ہر آن قدرت ہے۔ وہ جب چاہے اسے ان سے نجات دیدے۔ یہ ابتلا محض تزکیۂ نفس اور صدق وصفا کی پہچان کے لئے ہیں جن کے پیچھے خدا تعالیٰ کی رضا اور اس کی محبت کی جنّت پنہاں ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اِس ارشاد کے ماتحت کہ:-

"تم خوش ہو اور خوشی سے اُچھلو کہ خدا تمہارے ساتھ ہے" (تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۶ طبع اوّل)

جماعت احمدیہ ان ابتلاؤں، سختیوں، قربانیوں، دکھوں اور مصیبتوں میں بھی اللہ تعالیٰ کے بے انتہا فضلوں پر خوشی سے اُچھلتی اور کُودتی ہے۔ وہ یہ سب سختیاں بشاشتِ قلب کے ساتھ برداشت کرتی ہے کیونکہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ارشاد ہے:-

> "اگر تم صدق اور ایمان پر قائم رہو گے تو فرشتے تمہیں تعلیم دینگے اور آسمانی سکینت تم پر اُترے گی اور رُوح القدس سے مدد دیئے جاؤ گے اور خدا ہر ایک قدم پر تمہارے ساتھ ہو گا اور کوئی تم پر غالب نہیں ہو سکے گا۔ خدا کے فضل کا صبر سے انتظار کرو۔ گالیاں سُنو اور چُپ رہو، ماریں کھاؤ اور صبر کرو اور حتّی المقدور بدی کے مقابلہ سے پرہیز کرو تا آسمان پر تمہاری مقبولیت لکھی جاوے۔ یقیناً یاد رکھو کہ جو لوگ خدا سے ڈرتے ہیں اور دل اُن کے خدا کے خوف سے پگھل جاتے ہیں۔ انہیں کے ساتھ خدا ہوتا ہے"　　(تذکرۃ الشہادتین طبع اوّل صفحہ ۶۶)

جماعت احمدیہ خدا کے فضلوں کا صبر سے انتظار کرتی ہے، ہر آن خدا تعالیٰ سے لرزاں و ترساں رہتی ہے، اس لئے کہ جو لوگ خدا سے ڈرتے ہیں اور ان کے دل خدا کے خوف سے پگھل جاتے ہیں۔ انہی کے ساتھ خدا ہوتا ہے جو اُن کی مدد و نصرت فرماتا ہے۔

(۳)

جماعتِ احمدیہ میں ایثار و اخلاص کے اس بلند معیار کو قائم رکھنے اور اس راہ میں استقامت اور ثابت قدمی کے لئے خدا کے مسیح (علیہ السلام) نے بے حد دعائیں کیں جیسا کہ حضور فرماتے ہیں :-

"مَیں تو بہت دعا کرتا ہوں کہ میری سب جماعت ان لوگوں میں ہو جائے جو خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور نمازوں پر قائم رہتے ہیں اور رات کو اُٹھ کر زمین پر گرتے ہیں اور روتے ہیں اور خدا کے فرائض کو ضائع نہیں کرتے اور بخیل اور ممسک اور غافل اور دنیا کے کیڑے نہیں ہیں اور مَیں امید رکھتا ہوں کہ یہ میری دعائیں خدا تعالیٰ قبول کریگا اور مجھے دکھا دے گا کہ اپنے پیچھے مَیں ایسے لوگوں کو چھوڑتا ہوں۔" (تبلیغِ رسالت جلد دہم صفحہ ۶۱)

خدا نے اپنے پیارے کی ان دعاؤں کو سُنا اور انہیں شرفِ قبولیت بخشا اور یہ محض اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ جماعت احمدیہ الا ماشاء اللہ خدا کے فضل سے آج بھی خلافتِ راشدہ کے زیرِ سایہ تقویٰ، طہارت، پاکیزگی، خشیت اللہ، عبادت گزاری، شب بیداری، اخلاص اور دین کے لئے قربانی کے اسی بلند معیار پر قائم ہے۔ یہ حضور علیہ السلام کی جماعت کے حق میں دعاؤں کی قبولیت کی دلیل نہیں تو اور کیا ہے؟ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

مگر ان نعمتوں اور خدا کی عنایات و توجہات کو اپنے اندر اور اپنی نسلوں کے اندر دائمی طور پر قائم رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ جماعت احمدیہ کا ہر فرد خورد و کلاں، نوجوان اور معمر، عورت اور مرد شب و روز انابت الی اللہ، استغفار، دعاؤں، عبادتِ الٰہی اور تزکیہ و تصفیۂ نفس میں ہمیشہ مشغول رہے جیسا کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ :-

"تمہارا کام اب یہ ہونا چاہیئے کہ دعاؤں اور استغفار اور عبادتِ الٰہی اور تزکیہ و تصفیہ نفس میں مشغول ہو جاؤ۔ اس طرح اپنے تئیں مستحق بناؤ خدا تعالیٰ کی ان عنایات اور توجہات کا جن کا اس نے وعدہ فرمایا ہے ... ہر قسم کے حسد، کینہ، بغض، غیبت اور کبر اور رعونت اور فسق و فجور کی ظاہری اور باطنی راہوں اور کسل اور غفلت سے بچو۔" (ملفوظات جلد ۳ صفحہ ۲۸۲-۲۸۳)

اللہ تعالیٰ اپنے فضل اور عنایتِ خصوصی سے جماعت احمدیہ کے ہر فرد کو ہمیشہ اپنا مخلص بندہ بنائے رکھے اور حسد، کینہ، بغض، غیبت اور کبر اور رعونت، فسق و فجور اور کسل اور غفلت سے بچائے رکھے آمین کہ یہ چیزیں صفات دللہیت، اخلاص، ایمان اور صدق و صفا کے لئے سمِ قاتل کا حکم رکھتی ہیں۔ عیاذاً باللہ۔

نکاتِ معرفت

از افاضات حضرت ابو البرکات مولانا غلام رسول صاحب راجیکی رضی اللہ عنہ

(مکرم مولوی صدرالدین صاحب مولوی فاضل)

حضرت امیر المومنین المصلح الموعود رضی اللہ عنہ ۱۹۴۴ء کی گرمیوں میں ڈلہوزی تشریف لے گئے تو حضور رضی اللہ عنہ نے متعلم واقفینِ تحریک جدید دار الواقفین قادیان اور ان کے اساتذہ کرام کو ہدایت فرمائی کہ وہ بھی ڈلہوزی چلیں اور وہاں پر قادیان ہی کی طرح پڑھائی ہو۔ چنانچہ ہم واقفین اپنے اساتذہ کرام حضرت مولانا مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب رضی اللہ عنہ پرنسپل اور حضرت مولانا مولوی غلام رسول صاحب راجیکی رضی اللہ عنہ اور محترم مولانا مولوی غلام احمد صاحب فاضل بدوملہوی اور محترم مولانا مولوی عبداللطیف صاحب فاضل بہاولپوری کے ہمراہ ڈلہوزی گئے۔ وہاں قریباً تین ماہ قیام رہا۔ حضرت مولانا ابو البرکات صاحب راجیکیؓ اپنی مفوضہ تدریس کے علاوہ مختلف اوقات میں اپنے دروس اور تقاریر اور مجالس میں اپنے حقائق و معارف اور دقائق و لطائف پُر مواعظ و نصائح سے مستفیض اور مستفید فرماتے تھے۔ خاکسار نے اس عرصہ میں آپ کی کچھ تقاریر اور مواعظ و نصائح وغیرہ تحریرکیں جو محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے محفوظ رہیں۔ اُن میں سے چند ایک افاضات کو ذیل میں تحریر کیا جاتا ہے:۔

(۱) مؤرخہ ۱۲ر اگست ۱۹۴۴ء کو سورۃ بنی اسرائیل کی آیت رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّ اجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطَانًا نَّصِیْرًا ٥ (یعنی اے میرے رب مجھے نیک طور پر داخل کر اور مجھے نیک طور پر نکال اور اپنے پاس سے میرے لئے غلبہ اور مددگار بنا) کی تفسیر فرماتے ہوئے فرمایا یہ دعا ان امور کے لئے مفید ہے اوّل صبح کے وقت اُٹھتے ہوئے یہ دعا پڑھی جائے۔ دوم شام کے وقت یہ دعا پڑھی جائے۔ سوم بعض نے کہا ہے کہ کسی کام کے شروع کرتے وقت یہ دعا پڑھی جائے۔ چہارم یہ رضائے الٰہی میں داخل ہونے اور ہوائے نفس سے نکلنے کی دُعا ہے یعنی اے خدا تو مجھے اپنی رضا میں داخل

فرما اور ہوائے نفس سے باہر نکال۔

(۲) ۱۸ر اگست ۱۹۴۴ء ظہر کے وقت فرمایا "مَیں نے بارہا سُنا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے اَلطَّرِیْقَۃُ کُلُّھَا اَدَبٌ یعنی شریعت ساری کی ساری ادب ہے۔" حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ تم میری بد دعا سے بچو، میری بد دعا تباہ کر دے گی۔ چنانچہ یہ لوگ (پیغامی) تباہ ہو گئے۔

(۳) ۸ر جولائی ۱۹۴۴ء کو فرمایا۔ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس ایک شخص آیا حضورؑ نے اس کا نام دریافت کیا تو وہ کہنے لگا میرا نام اُمْ ہے حضورؑ نے فرمایا نہیں احمد کہو، کیا ہی پیارا نام ہے۔ اسی طرح تم اسد اللہ کو (جو نوکر تھا) اُسدُ ومت کہو۔

(۴) ۲۵ر اگست ۱۹۴۴ء کو فرمایا۔ اللہ تعالیٰ شرک نہیں بخشتا۔ یہ مسئلہ عین فطرتِ انسانی کے مطابق ہے۔ انسان بیوی کے لئے غیر کو پسند نہیں کرتا۔ اس میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ جس طرح بیوی اپنے خاوند کے لئے موحّد بن جاتی ہے اور سب تعلّقات چھوڑ کر اُس کے لئے ہو جاتی ہے اسی طرح انسان بھی خدا تعالیٰ کے لئے ہو جائے اور موحّد بن جائے۔

(۵) مورخہ ۲۸ر اگست ۱۹۴۴ء کو نماز فجر کے بعد درس میں فرمایا "شریعت اور علمِ تصوّف کی غرض اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی رضا حاصل کرنا ہے۔ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ سے مَیں نے ایک شعر سُنا ہے اور آپ اسے بیان فرمایا کرتے تھے ؎

لِکُلِّ شَیْءٍ وَ اِنْ فَارَقْتَہٗ خَلَفٌ
وَلَیْسَ لِلّٰہِ اِنْ فَارَقْتَ مِنْ عِوَضٍ

یعنی ہر چیز کا قائم مقام ہو سکتا ہے جب ہم اُس کو چھوڑ دیں اور ترک کر دیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کا جب اس کو چھوڑ دیں کوئی عوض نہیں ہو سکتا اس لئے حقیقی عشق اور حقیقی محبت انسان کو خدا تعالیٰ سے ہی ہونی چاہیئے۔

بدظنّی اور اس کے نقصانات

احادیثِ نبویؐ کی روشنی میں

(مکرم مولانا عبد المالک خان صاحب مربیٔ سلسلہ کراچی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:-

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَكْذَبُ الْحَدِيْثِ وَلَا تَحَسَّسُوْا وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا تَنَاجَشُوْا وَلَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا (بخاری)	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو! بدظنّی سے بچو کہ بدظنّی سب سے جھوٹی بات ہے اور تم ایک دوسرے کے عیبوں کی تلاش اور جستجو نہ کرو اور نہ ایک دوسرے سے دشمنی کرو اور نہ تم باہم حسد کرو اور نہ کسی کو مالی نقصان پہنچاؤ اور نہ ایکدوسرے سے نفرت کرو۔ خدا تعالیٰ کے نیک بندے بنو اور بھائی بھائی بن کر رہو۔

بدظنّی کے متعلق یہ ایک جامع حدیث ہے۔ اس میں نہ صرف بدظنّی سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے بلکہ بدظنّی کی اصلیت واضح کر کے اس کے نقصانات پر مختصر لیکن نہایت جامع انداز میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ ظنّ سے بچو۔ ظنّ سے بچنے کی تلقین سے صاف عیاں ہے کہ یہاں ظنّ سے حسن ظنّی نہیں بلکہ بدظنّی مراد ہے۔ اس حدیث میں "الظنّ" سے مراد وہی "ظنّ" ہے جسے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ کہہ کر گناہ قرار دیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدظنّی کو اَكْذَبُ الْحَدِيْثِ یعنی سب سے جھوٹی بات ٹھہرایا ہے جس سے مراد یہ ہے کہ بدظنّی جھوٹ سے بھی بدتر چیز ہے۔ بدظنّی سے مراد وہ وہم یا وہ من گھڑت خیالِ فاسد ہے جو ہم کسی کے متعلق اپنے دل میں بٹھالیں، اس وہم اور خیالِ فاسد کے تحت ہم سمجھنے لگیں کہ وہ ایسا ہے اور ایسا ہے، اور پھر اس بناء پر ہم اس سے نفرت اور عداوت کرنے لگ جائیں۔ ایسا وہم اور خیال بدظنّی ہے اور یہ گناہ ہے خواہ انسان ساری عمر اسے کسی پر ظاہر نہ کرے۔

بدظنی اور بدگمانی کا گناہ کئی طرح سے پیدا ہوتا ہے۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ انسان دوسرے کے متعلق ایک بات سُنتا ہے اور اس کو اپنے پلّے باندھ لیتا ہے اور بغیر تحقیق کے اُس سے دشمنی شروع کر دیتا ہے۔ بعض دفعہ انسان ایک واقعہ دیکھتا ہے اور اس سے غلط نتیجہ اخذ کر لیتا ہے اور یہ تکلیف گوارا نہیں کرتا کہ تحقیق کر کے معلوم کرے کہ کہیں اُس نے اس سے غلط نتیجہ تو نہیں نکالا یا یہ کہ کہیں اس واقعہ کی جائز وجہ موجود ہو۔ مثال کے طور پر ایک بزرگ کا واقعہ ہے۔ وہ ایک دن علی الصبح رفعِ حاجت کے لئے قصبہ سے باہر گئے۔ وہاں ایک چھوٹی سی دیوار تھی اُس کی اوٹ میں بیٹھ گئے۔ ضرورت سے فارغ ہونے کے بعد جب کھڑے ہو کر آزار بند باندھنے لگے تو ان کی نگاہ دیوار کی دوسری طرف ایک عورت پر پڑی۔ وہ بھی اسی غرض کے لئے وہاں آئی تھی۔ جب اُس بزرگ نے اُس کو وہاں دیکھا تو خیال آیا کہ اگر کوئی ہمیں اس حالت میں دیکھ لے تو نہ معلوم اس کے دل میں کیا خیال گزرے اور وہ بدظنی میں مبتلا ہو کر گناہ میں مبتلا ہو۔ اس واقعہ سے اس امر پر کافی روشنی پڑتی ہے کہ بدظنی کیونکر پیدا ہوتی ہے۔ اصلیت کچھ نہیں ہوتی اور انسان غلط قیاس آرائی کے نتیجہ میں ایک بات دل میں بٹھا لیتا ہے اور اس طرح بدظنی کے گناہ میں ملوّث ہو کر اپنے آپ کو روحانی لحاظ سے ہلاک کر لیتا ہے۔ پھر ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک انسان آپ ہی آپ اپنے دل میں ایک بات پیدا کر لیتا ہے اور اس کے زیرِ اثر دوسرے کے ہر کام کو بدنیتی پر محمول کرنا شروع کر دیتا ہے۔ یہ سب بدظنی کی راہیں ہیں ہمیں ان سے بچنا چاہیئے۔

اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں تو بہت سی بدیوں سے اجتناب کا حکم دیا ہے لیکن ان میں بدظنی کو سب سے مقدّم رکھا ہے۔ اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ظاہر فرمایا ہے کہ بدظنی تمام بدیوں کا سرچشمہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بدظنی متاعِ ایمان کی راہزن ہے اور قومی شیرازہ کے حق میں گُھن کی حیثیت رکھتی ہے۔ ظاہر ہے کہ جو شخص بدظنی کا شکار ہوتا ہے اُسے دوسروں کے کام میں بدنیتی ہی بدنیتی نظر آتی ہے۔ وہ ہمیشہ دوسروں کے عیوب کی ٹوہ میں لگا رہتا ہے۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدظنی سے اجتناب کے حکم کے بعد دوسرا حکم ہی یہ دیا کہ لَا تَحَسَّسُوْا وَلَا تَجَسَّسُوْا یعنی تم دوسروں کے عیوب تلاش نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بدظنی کی ممانعت کے معاً بعد لَا تَجَسَّسُوْا کا حکم دیا ہے (الحجرات آیت ۱۳)۔ بعینہٖ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حدیث میں بدظنی سے مجتنب رہنے کا حکم دینے کے بعد ساتھ ہی لَا تَجَسَّسُوْا کی تلقین فرمائی ہے۔ اس سے صاف عیاں ہے کہ بدظنی کے نتیجہ میں یہ خرابی ضرور پیدا ہوتی ہے کہ انسان دوسروں کے عیوب تلاش کرنے میں لگ جاتا ہے۔ اس کے باعث خود اپنے عیوب سے غافل ہو کر اصلاحِ نفس سے محروم ہونا لازمی ہے۔ اور یہ محرومی انسان کو بالآخر جہنم کا وارث بنانے پر منتج ہوتی ہے۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور حدیث میں فرمایا :-

"مبارک ہے وہ انسان جسے اپنے عیوب کی فکر نے دوسروں کے عیوب بیان کرنے سے روکے رکھا"
بدظنی سے دوسرا نقصان یہ ہوتا ہے کہ اس کے نتیجہ میں باہمی عداوت فروغ پاتی ہے اسی لئے زیر نظر حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا تَبَاغَضُوْا یعنی ایک دوسرے سے بغض نہ کرو۔
تیسرا نقصان بدظنی کا یہ ہوتا ہے کہ اس کی وجہ سے انسان میں حسد پیدا ہوتا ہے۔ بدظنی کا مریض یہ دیکھ ہی نہیں سکتا کہ کوئی نعمت اُس کے بھائی کے پاس رہے۔ بغض کی وجہ سے وہ ہمیشہ یہی چاہتا ہے کہ اس کے بھائی کو جو نعمت میسّر ہے وہ اس سے محروم ہو جائے۔ اسی کا نام حسد ہے۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث شریف میں فرمایا لَا تَحَاسَدُوْا یعنی تم ایک دوسرے سے حسد نہ کیا کرو۔
چوتھا نقصان بدظنی کا یہ ہے کہ انسان اس کی وجہ سے دوسرے کو نقصان پہنچانے کے درپے رہتا ہے اس لئے فرمایا لَا تَنَاجَشُوْا یعنی اے لوگو! ایک دوسرے کو نقصان نہ پہنچاؤ۔ نجش کے معنے ہیں دوسرے کو نقصان پہنچانے کی نیت سے بھاؤ بڑھا دینا۔ اس سے مالی نقصان کا پہلو بھی نکلتا ہے یعنی ایک دوسرے کو مالی نقصان پہنچانے سے احتراز کرو۔ پھر نجش میں یہ مفہوم بھی شامل ہے کہ انسان یہ خواہش کرے کہ دوسرا شخص گر جائے اور میں بڑھ جاؤں۔ سو اس سے بھی منع کیا۔ الغرض یہ سب بُرائیاں بدظنی کے نتیجہ میں انسان کے اندر پیدا ہوتی ہیں اور اس کی روحانیت کو تباہ کر کے رکھ دیتی ہیں۔
پانچواں نقصان بدظنی کا یہ ہے کہ انسان دوسرے سے قطع تعلق کر لیتا ہے اسی لئے فرمایا لَا تَدَابَرُوْا یعنی ایک دوسرے سے پیٹھ نہ پھیرو۔
چھٹا نقصان یہ ہے کہ بدظنی باہمی ہمدردی کے جذبہ کو ختم کر دیتی ہے کیونکہ لَا تَدَابَرُوْا کے ایک معنی یہ بھی بنتے ہیں کہ ایک دوسرے کو بے یار و مددگار نہ چھوڑو۔ اس سے صاف عیاں ہے کہ بدظنی عیوب ہی پیدا نہیں کرتی بلکہ نیکیاں بجا لانے کی قوت کو بھی ختم کر دیتی ہے۔
ساتواں نقصان بدظنی کا یہ ہے کہ انسان دوسروں کی غیبت کرنے کا عادی ہو جاتا ہے۔ لَا تَدَابَرُوْا میں جس میں ایک دوسرے سے پیٹھ نہ پھیرنے کی تلقین کی گئی ہے یہ مفہوم بھی شامل ہے کہ پیٹھ پیچھے دوسروں کی بُرائی نہ کرو۔
آٹھواں نقصان بدظنی کا یہ ہے کہ انسان بدظنی کی وجہ سے متعدد بُرائیوں میں مبتلا اور نیکیوں سے محروم ہو کر اس قابل نہیں رہتا کہ وہ حقیقی معنوں میں عباد اللہ میں شمار ہو سکے۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ کہ اللہ کے نیک بندے بنو۔ اس سے ثابت ہے کہ بدظن اللہ تعالیٰ کا نیک بندہ نہیں بن سکتا۔

نواں نقصان بدظنی کا یہ ہے کہ اس کی وجہ سے قومی اور ملّی وحدت پارہ پارہ ہو جاتی ہے۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے محض کُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰہِ نہیں فرمایا بلکہ تلقین یہ فرمائی کہ کُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰہِ اِخْوَانًا یعنی خدا کے ایسے نیک بندے بن کر رہو جیسے حقیقی بھائی آپس میں محبت و پیار سے رہتے ہیں۔ مراد اس سے یہ ہے کہ بدظنی کا شکار ہو کر ملّی وحدت کو نقصان پہنچانے والے نہ بنو۔

الغرض اس حدیثِ مبارک سے روزِ روشن کی طرح یہ حقیقت آشکار ہوئے بغیر نہیں رہتی کہ بدظنی وہ خطرناک مرض ہے جو عیب چینی، بغض، حسد، نفرت و حقارت اور عداوت کو جنم دیتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری سے روگرداں کر کے باہمی اخوت کو بھی کالعدم کر دیتی ہے۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدظنی سے ہر طور مجتنب رہنے کی تلقین کرنے کے علاوہ ایک اَور حدیث میں خبردار فرمایا :-

لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ قَتَّاتٌ (بخاری) عیب چین انسان جنّت میں داخل نہ ہوگا۔

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پہ بدظنی کی ہلاکت آفرینی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اِذَا قَالَ الرَّجُلُ ھَلَکَ النَّاسُ فَھُوَ اَھْلَکُھُمْ یعنی جب کوئی شخص لوگوں کی بابت بدظنی کرتا ہے اور یہ کہتا پھرتا ہے کہ ان میں کوئی خوبی نہیں رہی اور اپنی بداعمالیوں کے باعث یہ تباہ ہو رہے ہیں تو یہ امر خود اس کی اپنی ہلاکت کا موجب ہو جاتا ہے کیونکہ ایسا کہنا خود اسکی اپنی گندی اور شکست خوردہ ذہنیت کا ثبوت ہوتا ہے۔

بدظنی کی ہلاکت آفرینیاں واضح کرنے کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدظنی سے بچنے کا ایک خاص طریق بھی بیان فرمایا ہے چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُہٗ مَا لَا یَعْنِیْہِ یعنی ایک مسلمان کا اُن باتوں سے کنارہ کش رہنا جن سے اُس کا کوئی سروکار نہ ہو اُس کے ایک اچھا مسلمان ہونے کی علامت ہے۔ اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدظنی سے بچنے کا یہ نسخہ تجویز فرمایا ہے کہ ایک مسلمان کو چاہیئے کہ وہ اپنے فرائض کی ادائیگی میں مصروف رہے اور دوسروں کے معاملات میں بلاوجہ دخل دینے سے احتراز کرے۔ ظاہر ہے کہ جو شخص اپنے فرائض کی ادائیگی میں مصروف رہے گا اور ان معاملات میں دخل نہیں دے گا جن سے اس کا کوئی سروکار نہیں ہے وہ یقیناً بدظنی کی مرض میں مبتلا ہونے سے محفوظ رہے گا۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں بدظنی سے جو متاعِ ایمان کے رہزن اور فساد کے سرچشمہ کی حیثیت رکھتی ہے کلّی طور پر محفوظ رکھے تا ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کی ہلاکت آفرینیوں سے ہمیشہ ہی بچے رہیں اور نیکیوں میں ترقی کر کے رضاءِ الٰہی کو پانے والے بنیں اور اُس کی جناب میں مقبول ہوں۔ آمین یا ارحم الراحمین *

مسیح علیہ السلام صلیب پر ہرگز فوت نہیں ہوئے تھے

مشہور فاضل اناجیل ہیوشون فیلڈ کا اعتراف

گزشتہ شمارہ میں ہم نے برطانیہ کے مشہور فاضل اناجیل ڈاکٹر ہیوشون فیلڈ کی کتاب "دی پاس اوور پلاٹ" (عید فسح کا منصوبہ) کے متعلق پیٹر کارول کے مضمون کا ذکر کیا تھا جو "مسیح کے دوبارہ جی اُٹھنے کا راز" (The Mystery of Resurrection) کے زیرِ عنوان لندن کے ہفت روزہ اخبار "وِیمنز مرر" بابت ۷؍اپریل ۱۹۶۶ء میں شائع ہوا تھا۔ اِس مضمون میں پیٹر کارول نے ڈاکٹر شون فیلڈ کی کتاب کا ملخص درج کر کے اس پر تبصرہ کیا ہے۔ اِس مضمون کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ڈاکٹر شون فیلڈ مسیح کی صلیبی موت کے قائل نہیں ہیں بلکہ وہ اِس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام صلیب پر سے زندہ اُترے تھے البتہ وہ بیہوشی کی حالت میں تھے اور معلوم یہ ہوتا تھا کہ گویا وہ وفات پا چکے ہیں۔

اِس میں شک نہیں کہ ڈاکٹر شون فیلڈ نے اپنی کتاب میں واقعات کو اِس رنگ میں پیش کیا ہے جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ گویا مسیح علیہ السلام بائیبل کی پیشگوئی کو پورا کرنے کی خاطر خود اپنے ہی تیار کردہ منصوبہ کے مطابق صلیب پر چڑھائے گئے تھے اور انہوں نے پہلے سے اِس بات کا انتظام کر لیا تھا کہ صلیب پر ان کی جان نہ نکلے اور معلوم یہ ہو کہ گویا وہ مر گئے ہیں۔ اِس طرح پیشگوئی بھی پوری ہو جائے اور جان بھی بچی رہے۔ ہمیں ڈاکٹر شون فیلڈ کے اِس نظریہ سے قطعاً اتفاق نہیں ہے کیونکہ اوّل تو یہ بات ہے ہی خلاف واقعہ دوسرے اِس سے اللہ تعالیٰ کے پاک نبی حضرت مسیح علیہ السلام پر ایک خطرناک سازش اور دھوکہ دہی کا الزام آتا ہے۔ اِس سلسلہ میں اصل واقعات پر تو ہم آگے چل کر روشنی ڈالیں گے البتہ ڈاکٹر شون فیلڈ کے جس حصہ کتاب نے ہمیں خاص طور پر دلچسپی ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے واقعہ صلیب سے متعلق اناجیل کے متضاد بیانات پر بھرپور تنقید کر کے اِس امر کو بڑی عمدگی سے ثابت کیا ہے کہ مسیح علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے تھے۔

اس سلسلہ میں پیٹر کارول نے اپنے مضمون میں ڈاکٹر شون فیلڈ کی اس دلیل کا بھی ذکر کیا ہے کہ محض صلیب پر چند گھنٹے لٹکے رہنے سے ہی کسی انسان کا فوت ہو جانا یقینی نہیں ہوتا تھا اسی لئے صلیب پر سے اُتارے جانے کے بعد ایسے شخص کی ہڈیاں توڑ دی جاتی تھیں تا کہ حتمی طور پر موت واقع ہو جائے۔ چنانچہ انہوں نے لکھا ہے کہ مسیح کے ساتھ دو چوروں کو بھی صلیب پر لٹکایا گیا تھا۔ صلیب پر سے اُتارے جانے کے بعد باقاعدہ اُن دونوں کی ہڈیاں توڑی گئیں لیکن مسیح علیہ السلام کے ساتھ ایسا نہیں کیا گیا بلکہ ہڈیاں توڑے بغیر اُنہیں مُردہ سمجھ کر ایک کھلی اور کشادہ قبر میں رکھ دیا گیا جہاں سے یوسف آرمتیا اُنہیں اُٹھا لے گیا اور ڈاکٹر سے اُن کا علاج کرایا۔ اس امر کے ثبوت میں کہ بسا اوقات لوگ صلیب پر سے زندہ اُتر آتے تھے مضمون نگار نے ڈاکٹر شون فیلڈ کے حوالے سے لکھا ہے :-

"صلیب کے ذریعہ موت کی سزا بہت وحشیانہ اور تکلیف دہ ہوتی تھی۔ کلائیوں اور ٹخنوں سے خون رسنے لگتا تھا۔ جسم کو صلیب پر سنبھالنے اور آگے گرنے سے بچانے کی کوشش میں اعصاب بُری طرح درد کرنے لگتے تھے۔ مکھیاں چہرہ پر آ بیٹھتی تھیں۔ سر کو اُوپر کی طرف سنبھال کر رکھنا پڑتا تھا ورنہ دم گھُٹ کر رہ جاتا۔ دن میں سورج کی گرمی جھلس کر رکھ دیتی تھی اور رات کو چاندنی کی برودت سے جسم یخ ہو جاتا تھا اور شدید پیاس لگنے لگتی تھی —— بایں ہمہ انسان اس تکلیف سے زندہ بچ رہتا تھا۔

یہودی مؤرخ جوزیفس نے لکھا ہے کہ یروشلم کے محاصرہ کے دوران وہ بعض قیدیوں کے پاس سے گزرا جو صلیب پر لٹکے ہوئے تھے۔ اُس نے اُن میں سے تین کو پہچان لیا اور رومی جرنیل سے درخواست کی کہ ان کے جسم اُس کے حوالے کر دیئے جائیں۔ چنانچہ جب اُنہیں صلیب پر سے اُتارا گیا تو وہ ابھی زندہ تھے۔ بعد میں اُن میں سے دو تو مر گئے لیکن ایک زندہ بچ رہا اور صحتیاب ہو گیا" (ویلنز پیپر' لندن ۷ر اپریل ۱۹۶۶ء)

بقول پیٹر کارول اس کے بعد ڈاکٹر شون فیلڈ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ وقت بہت تنگ ہونے اور سبت کی رات شروع ہو جانے کے باعث مسیح صرف چند گھنٹے صلیب پر رہے صلیب پر جب ان کو پیاس لگی تو ایک سپاہی نے سرکہ میں اسفنج ڈبو کر ایک سرکنڈہ کے ذریعہ اسے مسیح کے منہ میں ٹپکایا۔ بجائے اس کے کہ سرکہ پینے سے مسیح کو سکون ملتا اُلٹا ہُوا یہ کہ انہوں نے مُردہ کی طرح اپنا سر لٹکا دیا۔ ڈاکٹر شون فیلڈ کا کہنا یہ ہے کہ مسیح کے سوچے سمجھے منصوبے کے تحت انہیں سرکہ کے بہانے دراصل بیہوش کرنے والی دوائی سونگھائی گئی تھی جسے سونگھتے ہی مسیح پر غشی طاری ہو گئی اور اُنہیں مُردہ سمجھ کر

صلیب پر سے اُتا لیے جانے کی اجازت دیدی گئی۔ یوسف آرمتیا نے مسیح کے جسم کو وہاں سے اُٹھا کر ایک کھُلی اور کشادہ قبر میں لاکر رکھ دیا اور قبر کے منہ پر ایک بڑا سا پتھر رکھ دیا۔ جب اتوار کی صبح کو مریم مگدلینی اور دوسری عورتیں قبر پر آئیں تو انہوں نے پتھر کو ڈھلکا ہوا اور مسیح کو وہاں سے غائب پایا۔ اِس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہ قبر کے دروازہ سے پتھر کو کس نے سرکایا؟ ڈاکٹر شون فیلڈ نے جو کچھ لکھا ہے پیٹر کارول نے اسے اپنے مضمون میں اِن الفاظ میں ادا کیا ہے :۔

> ''ڈاکٹر شون فیلڈ کا نظریہ یہ ہے کہ پتھر یوسف آرمتیا کے آدمیوں نے آکر سرکایا تھا جو طے شدہ پروگرام کے مطابق مسیح کو وہاں سے نکال کر ایک ڈاکٹر کے پاس لیجانے کی غرض سے بھیجے گئے تھے۔'' (ایضاً)

قطع نظر اِس سے کہ ڈاکٹر شون فیلڈ نے خود مسیح پر صلیب دیئے جانے کا منصوبہ بنانے کا الزام عائد کیا ہے انہوں نے مسیح کے صلیب پر فوت نہ ہونے اور زندہ اُترنے کے بارہ میں جو قرائن پیش کئے ہیں وہ بعینہٖ وہی ہیں جن کی رُو سے حضرت بانیٔ سلسلۂ احمدیہ علیہ السلام نے آج سے ساٹھ ستّر سال پیشتر مسیح علیہ السلام کا صلیب پر سے زندہ اُترنا ثابت فرمایا تھا۔ اُس وقت عیسائی دنیا نے اِن قرائن کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا اور انہیں درخورِ اعتناء نہ سمجھا تھا لیکن اُس وقت کے بعد سے پے در پے خود مغرب کے اہلِ علم حضرات کی طرف سے ایسی کتابیں شائع ہوتی چلی آرہی ہیں جن میں حضرت بانیٔ سلسلۂ احمدیہ علیہ السلام کے نظریات کو اپنا کر اِس امر پر زور دیا جارہا ہے کہ فی الواقعہ مسیح علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے تھے۔ اِس طرح عیسائی دنیا رفتہ رفتہ حضرت بانیٔ سلسلۂ احمدیہ علیہ السلام کے پیش کردہ نظریات کی صداقت کو قبول کرتی چلی آرہی ہے۔

چنانچہ ذیل میں ہم واقعۂ صلیب کے متعلق بانیٔ سلسلۂ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصنیف ''مسیح ہندوستان میں'' کا ایک اقتباس پیش کرتے ہیں جس میں آپؑ نے واقعۂ صلیب کے اصل حقائق پر سے پردہ اُٹھایا ہے نیز مسیح علیہ السلام کو بھی ہر قسم کی منصوبہ بندی سے بَری قرار دیکر انہیں صلیب سے زندہ اُتروانے اور صلیبی موت کی لعنت سے محفوظ رکھنے میں پلاطوس کے کردار کو اُجاگر کیا ہے۔ خدائی تصرف کے ماتحت پلاطوس نے جسے مسیح علیہ السلام سے ہمدردی پیدا ہو چکی تھی اور جو آپ کو بے گناہ سمجھتا تھا اپنی حکمتِ عملی سے کام لیتے ہوئے ایسا انتظام کیا کہ مسیح علیہ السلام صلیب پر فوت نہ ہونے پائیں بلکہ ایسی حالت میں جو موت سے مشابہ ہو زندہ سلامت صلیب پر سے اُتار لیے جائیں۔ چنانچہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"بلاشبہ یہ بات سچ ہے کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا اور نہ کوئی نیا جلالی جسم پایا بلکہ ایک غشی کی حالت ہو گئی تھی جو مرنے سے مشابہ تھی ..... پلاطوس نے مسیح کے چھوڑانے میں حکمتِ عملی سے کام لیا۔ اوّل تو مسیح کا مصلوب ہونا ایسے وقت پر ڈال دیا کہ وہ جمعہ کا دن تھا اور صرف چند گھنٹے دن سے باقی تھے اور بڑے سبت کی رات قریب تھی اور پلاطوس خوب جانتا تھا کہ یہودی اپنی شریعت کے حکموں کے موافق صرف شام کے وقت تک ہی مسیح کو صلیب پر رکھ سکتے ہیں اور پھر شام ہوتے ہی ان کا سبت ہے جس میں صلیب پر رکھنا روا نہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور مسیح شام سے پہلے صلیب پر سے اتار اگیا۔ اور یہ قریب قیاس نہیں کہ دونوں چور جو مسیح کے ساتھ صلیب پر کھینچے گئے تھے وہ تو زندہ رہے مگر مسیح صرف دو گھنٹے تک مر گیا۔ بلکہ یہ صرف ایک بہانہ تھا جو مسیح کو ہڈیاں توڑنے سے بچانے کے لئے بنایا گیا تھا۔ سمجھدار آدمی کے لئے یہ ایک بڑی دلیل ہے کہ دونوں چور صلیب پر سے زندہ اُتارے گئے۔ اور ہمیشہ معمول تھا کہ صلیب پر سے لوگ زندہ اُتارے جاتے تھے اور صرف اسی حالت میں مرتے تھے کہ ہڈیاں توڑی جائیں۔ اور یا بھوک اور پیاس کی حالت میں چند روز صلیب پر رہ کر جان نکلتی تھی۔ مگر ان باتوں میں سے کوئی بات بھی مسیح کو پیش نہ آئی، نہ وہ کئی دن صلیب پر بھوکا پیاسا رکھا گیا اور نہ اُس کی ہڈیاں توڑی گئیں۔ اور یہ کہہ کر کہ مسیح مر چکا ہے یہودیوں کو اس طرف سے غافل کر دیا گیا مگر چوروں کی ہڈیاں توڑ کر اسی وقت اُن کی زندگی کا خاتمہ کر دیا گیا۔ بات تو تب تھی کہ ان دونوں چوروں میں سے بھی کسی کی نسبت کہا جاتا کہ یہ مر چکا ہے اس کی ہڈیاں توڑنے کی ضرورت نہیں۔ اور یوسف نام پلاطوس کا ایک معزز دوست تھا جو اُس نواح کا رئیس تھا اور مسیح کے پوشیدہ شاگردوں میں داخل تھا وہ عین وقت پر پہنچ گیا۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی پلاطوس کے اشارہ سے بلایا گیا تھا مسیح کو ایک لاش قرار دیکر اس کے سپرد کر دیا گیا کیونکہ وہ ایک بڑا آدمی تھا اور یہودی اس کے ساتھ پرخاش نہیں کر سکتے تھے۔ جب وہ پہنچا تو مسیح کو جو غشی میں تھا ایک لاش قرار دیکر اس نے لیا اور اُسی جگہ ایک وسیع مکان تھا جو اُس زمانہ کی رسم پر قبر کے طور پر بنایا گیا تھا اور اس میں ایک کھڑکی بھی تھی اور ایسے موقع پر تھا جو یہودیوں کے تعلق سے الگ تھا اُسی جگہ پلاطوس کے اشارہ سے مسیح کو رکھا گیا۔" (مسیح ہندوستان میں صفحہ ۲۴ تا ۲۷)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آج سے ۶۸ سال قبل تصنیف کی ہوئی کتاب کے اِس اقتباس سے عیاں ہے

کہ جہاں تک مسیح علیہ السلام کے صلیب پر فوت نہ ہونے اور اُس پر سے زندہ اُتارے جانے کا تعلق ہے ڈاکٹر شون فیلڈ نے حضور علیہ السلام ہی کے پیش کردہ حقائق کو اپنا کر مسیح علیہ السلام کی صلیبی موت کی پُرزور تردید کی ہے۔ یہ اس امر کا بیّن ثبوت ہے کہ مروّجہ عیسائیت کی تردید میں حضور علیہ السلام کے پیش کردہ دلائل رفتہ رفتہ مغرب کے عیسائی دانشوروں کے ذہنوں کو مسخر کر رہے ہیں اور وہ ان دلائل کی قوت سے مرعوب ہو کر انہیں اپنانے پر مجبور ہوتے جا رہے ہیں۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ مسیح علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے تو کفارہ باطل ٹھہرا اور جب کفارہ باطل ثابت ہو گیا تو گویا مروّجہ عیسائیت کی بنیاد ہی ختم ہو گئی۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام کی عظیم الشان فتح نہیں تو اور کیا ہے؟

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آج سے ۷۷ سال قبل خبر دار فرمایا تھا کہ میرے ساتھ آسمان سے فرشتے اُترے ہیں جن کے ہاتھوں میں بڑی بڑی گرزیں ہیں جو انہیں صلیب توڑنے اور مخلوق پرستی کی ہیکل پھلنے کے لئے دی گئی ہیں۔ وہ اپنا کام بند نہیں کریں گے تا آنکہ ایشیا یورپ اور امریکہ کے لوگ حق کی طرف کھنچے چلے نہ آئیں۔ لوگ سمجھیں گے کہ یہ تبدیلی خود بخود رونما ہو رہی ہے لیکن در اصل یہ سب کچھ انہی فرشتوں کی تحریک سے ہو گا جنہیں میرے خدا نے میری مدد کے لئے میرے ساتھ نازل کیا ہے۔

آج جبکہ خود مغرب میں عیسائیت کی صف لپیٹی جا رہی ہے اور لوگ برملا عیسائیت کے خلاف عقل عقائد سے بیزاری کا اظہار کر رہے ہیں اور وہاں خود عیسائیوں ہی کی طرف سے عیسائی عقائد کے خلاف آئے دن نئی سے نئی کتابیں شائع ہو رہی ہیں کون کہہ سکتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس پیشگوئی کو ہم اپنی آنکھوں سے پورا ہوتے نہیں دیکھ رہے؟ ہر چند کہ حضور علیہ السلام کی یہ پیشگوئی طویل ہے تاہم یہ بعض ایسی تفاصیل اور تشریحات پر مشتمل ہے کہ اس کا من وعن یہاں درج کرنا ضروری ہے کیونکہ مشرق و مغرب میں عیسائیت کے خلاف رونما ہونے والے موجودہ حالات عین اس پیشگوئی کے مطابق ہی رونما ہو رہے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے ۱۸۹۰ء میں رقم فرمایا تھا کہ:-

> "اس عاجز کو اور بزرگوں کی فطرتی مشابہت سے علاوہ جس کی تفصیل براھین احمدیہ میں بربسط تمام مندرج ہے حضرت مسیح کی فطرت سے ایک خاص مشابہت ہے اور اسی فطرتی مشابہت کی وجہ سے مسیح کے نام پر یہ عاجز بھیجا گیا تا صلیبی اعتقاد کو پاش پاش کر دیا جائے۔ سو میں صلیب کے توڑنے اور خنزیروں کے قتل کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ میں آسمان سے اُترا ہوں ان پاک فرشتوں کے ساتھ جو میرے دائیں بائیں تھے جن کو میرا خدا جو

میرے ساتھ ہے میرے کام کے پورا کرنے کے لئے ہر ایک مستعد دل میں داخل کرے گا بلکہ کر رہا ہے اور اگر میں چپ بھی رہوں اور میری قلم لکھنے سے رُکی بھی رہے تب بھی وہ فرشتے جو میرے ساتھ اُترے ہیں اپنا کام بند نہیں کر سکتے اور ان کے ہاتھ میں بڑی بڑی گرزیں ہیں جو صلیب توڑنے اور مخلوق پرستی کی ہیکل کچلنے کیلئے دیئے گئے ہیں۔ شاید کوئی بے خبر اس حیرت میں پڑے کہ فرشتوں کا اُترنا کیا معنی رکھتا ہے؟ سو واضح ہو کہ عادت اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ جب کوئی رسول یا نبی یا محدّث اصلاحِ خلق کے لئے آسمان سے اُترتا ہے تو ضرور اُس کے ساتھ اور اُس کے ہمرکاب ایسے فرشتے اُترا کرتے ہیں کہ جو مستعد دلوں میں ہدایت ڈالتے ہیں اور نیکی کی رغبت دلاتے ہیں اور برابر اُترتے رہتے ہیں جب تک کفر اور ضلالت کی ظلمت دُور ہو کر ایمان اور راستبازی کی صبح صادق نمودار ہو جیسا کہ اللہ جلشانہٗ فرماتا ہے تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ سَلَامٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ سو ملائکہ اور رُوح القدس کا تنزّل یعنی آسمان سے اُترنا اُسی وقت ہوتا ہے جب ایک عظیم الشان آدمی خلعتِ خلافت پہن کر اور کلامِ الٰہی سے شرف پا کر زمین پر نزول فرماتا ہے۔ رُوح القدس خاص طور پر اُس خلیفہ کو ملتی ہے اور جو اُس کے ساتھ ملائکہ ہیں وہ تمام دُنیا کے مستعد دلوں پر نازل کئے جاتے ہیں۔ تب دُنیا میں جہاں جہاں جوہر قابل پائے جاتے ہیں سب پر اس نور کا پرتو پڑتا ہے اور تمام عالم میں ایک نورانیت پھیل جاتی ہے اور فرشتوں کی پاک تاثیر سے خود بخود دلوں میں نیک خیال پیدا ہونے لگتے ہیں اور توحید پیاری معلوم ہونے لگتی ہے اور سیدھے دلوں میں راست پسندی اور حق جوئی کی ایک رُوح پھونک دی جاتی ہے اور کمزوروں کو طاقت عطا کی جاتی ہے اور ہر طرف ایسی ہوا چلنی شروع ہو جاتی ہے کہ جو اُس مصلح کے مدعا اور مقصد کو مدد دیتی ہے۔ ایک پوشیدہ ہاتھ کی تحریک سے خود بخود لوگ صلاحیت کی طرف کھسکتے چلے آتے ہیں اور قوموں میں ایک جنبش سی شروع ہو جاتی ہے تب ناسمجھ لوگ گمان کرتے ہیں کہ دُنیا کے خیالات نے خود بخود راستی

کی طرف پلٹا کھایا ہے۔ لیکن درحقیقت یہ کام اُن فرشتوں کا ہوتا ہے جو خلیفۃ اللہ کے ساتھ آسمان سے اُترتے ہیں اور حق کے قبول کرنے اور حق کے قبول کرنے اور سمجھنے کے لئے غیر معمولی طاقتیں بخشتے ہیں، سوتے ہوئے لوگوں کو جگا دیتے ہیں اور مستوں کو ہوشیار کرتے ہیں اور بہروں کے کان کھولتے ہیں اور مُردوں میں زندگی کی رُوح پھونکتے ہیں اور اُن کو جو قبروں میں ہیں باہر نکال لاتے ہیں۔ تب لوگ یک دفعہ آنکھیں کھولنے لگتے ہیں اور اُن کے دلوں پر وہ باتیں کھُلنے لگتی ہیں جو پہلے مخفی تھیں۔ اور درحقیقت یہ فرشتے اس خلیفۃ اللہ سے الگ نہیں ہوتے، اُسی کے چہرہ کا نُور اور اُسی کی ہمّت کے آثارِ جلیہ ہوتے ہیں جو اپنی قوّتِ مقناطیسی سے ہر ایک مناسبت رکھنے والے کو اپنی طرف کھینچتے ہیں خواہ وہ جسمانی طور پر نزدیک ہو یا دُور ہو اور خواہ آشنا ہو یا بکلّی بیگانہ اور نام تک سے بے خبر ہو۔ غرض اُس زمانہ میں جو کچھ نیکی کی طرف حرکتیں ہوتی ہیں اور راستی کے قبول کرنے کے لئے جوش پیدا ہوتے ہیں۔ خواہ وہ جوش ایشیائی لوگوں میں پیدا ہوں یا یورپ کے باشندوں میں یا امریکہ کے رہنے والوں میں درحقیقت انہی فرشتوں کی تحریک سے جو اُس خلیفۃ اللہ کے ساتھ اُترتے ہیں ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ یہ الٰہی قانون ہے جس میں کبھی تبدیلی نہیں پاؤ گے اور بہت صاف اور سریع الفہم ہے اور تمہاری بدقسمتی ہے اگر تم اس پر غور نہ کرو۔ چونکہ یہ عاجز راستی اور سچائی کے ساتھ خدا تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے اس لئے تم صداقت کے نشان ہر ایک طرف سے پاؤ گے۔ وہ وقت دُور نہیں بلکہ بہت قریب ہے کہ جب تم فرشتوں کی فوجیں آسمان سے اُترتی اور ایشیا اور یورپ اور امریکہ کے دلوں پر نازل ہوتی دیکھو گے۔ یہ تم قرآن شریف سے معلوم کر چکے ہو کہ خلیفۃ اللہ کے نزول کے ساتھ فرشتوں کا نازل ہونا ضروری ہے تاکہ دلوں کو حق کی طرف پھیریں۔ سو تم اس نشان کے منتظر رہو۔ اگر فرشتوں کا نزول نہ ہوا اور اُن کے اُترنے کی نمایاں تاثیریں تم نے دنیا میں نہ دیکھیں اور حق کی طرف دلوں کی جنبش کو معمول سے زیادہ نہ پایا تو تم یہ سمجھنا کہ آسمان سے کوئی نازل

نہیں ہوا۔ لیکن اگر یہ سب باتیں ظہور میں آ گئیں تو تم انکار سے باز آؤ تا
تم خدا تعالیٰ کے نزدیک ایک سرکش قوم نہ ٹھہرو۔" (فتح اسلام)

برطانیہ کے فاضل اناجیل ڈاکٹر شون فیلڈ (جنہوں نے اپنی زندگی کے چالیس سال بائیبل کے عمیق مطالعہ میں صرف کئے ہیں اور اناجیل اربعہ کا جدید انگریزی میں ترجمہ بھی کیا ہے) کی مذکورہ کتاب جس میں انہوں نے خود اناجیل سے استدلال کر کے برملا اس امر کا اظہار کیا ہے کہ مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوا تھا بلکہ بیہوشی کی حالت میں اُس پر سے زندہ اُتارا گیا تھا اور بعد میں یوسف آرمتیا نے ایک حکیم کے پاس لے جا کر اس کا علاج کرایا۔ اور اسی قسم کی دوسری کتابیں جو آجکل یورپ اور امریکہ سے بکثرت شائع ہو رہی ہیں اس امر کا بیّن ثبوت ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے بموجب یورپ اور امریکہ کے دلوں پر فرشتوں کی فوجیں نازل ہو رہی ہیں، ہاں اُنہی فرشتوں کی فوجیں جو مسیح پاک علیہ السلام کے ساتھ اور آپ کے ہمرکاب آج سے ستر بہتر سال پہلے آسمان سے اُترے تھے اور اُس وقت سے دُنیا میں مصروفِ کار ہیں۔ وہ مستعد دلوں میں ہدایت ڈال رہے ہیں اور نیکی کی طرف اُنہیں پھیر رہے ہیں۔ وہ برابر مصروفِ کار رہینگے تا آنکہ کفر اور ضلالت کی ظلمت دُور ہو کر ایمان اور راستبازی کی صبحِ صادق نمودار ہو۔

مبارک، وہ جو ایشیا، یورپ اور امریکہ کے دلوں پر اس زمانہ میں فرشتوں کی فوجیں نازل ہوتے دیکھ کر اور بارش کی طرح برسنے والے صداقت کے نشانوں کو ہر طرف پاکر صداقت کو قبول کرنے اور خلیفۃ اللہ پر ایمان لانے میں پس و پیش نہیں کرتے کیونکہ وہی ہیں جو خدا تعالیٰ کے نزدیک سرکش قوم میں شمولیت اور اس کی عقوبت سے محفوظ رہیں گے ؛

(مسعود احمد دہلوی)

ایک بہت بڑا معاملہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"لوگ نمازیں دنیا کے رونے روتے ہیں اور جو اصل مقصود نماز کا قربِ الی اللہ اور ایمان کا سلامت لے جانا ہے اس کی فکر ہی نہیں۔ حالانکہ ایمان سلامت لے جانا بہت بڑا معاملہ ہے۔" (ملفوظات جلد ششم صفحہ ۶۶)

صبحِ درخشاں

(مکرم نسیم سیفی صاحب - ربوہ)

کیسی تاریکیٔ شب سے یہ سحر پھوٹی ہے
جلوۂ صبحِ درخشاں کبھی ایسا تو نہ تھا

اک نئے رنگ سے شاہدِ وہ ہوئے جلوہ نما
شعلۂ عشقِ فروزاں کبھی ایسا تو نہ تھا

تشنگیٔ روح کی بجھتے ہی بجھیگی اے دوست
جذبۂ شوقِ فراواں کبھی ایسا تو نہ تھا

خود چلے آئے ہیں وہ میری طرف جام بدست
بادہ خواری کا یہ ساماں کبھی ایسا تو نہ تھا

یہ سبھی کچھ ہے ترے جذبِ دروں ہی کے طفیل
جذبۂ خدمتِ قرآں کبھی ایسا تو نہ تھا

اب نظر آنے لگے عشق کو منزل کے نشاں
رہگذاروں پہ چراغاں کبھی ایسا تو نہ تھا

تجھ سے، خدام کی، پروان چڑھی فوج کی فوج
خدمتِ دیں کا یہ ساماں کبھی ایسا تو نہ تھا

جذبۂ خدمتِ اسلام سے بھرپور نسیم
جس طرح آج ہے شاداں کبھی ایسا تو نہ تھا

بچوں کا صفحہ :-

سدھائی ہوئی بلی

بچو! تم نے اکثر دیکھا ہوگا لوگ اکثر گھروں میں مختلف قسم کے جانور پال لیتے ہیں۔ وہ جانور اپنے مالک سے اس قدر مانوس ہو جاتے ہیں کہ بس اُس کے اشارہ پر چلتے ہیں۔ جو بات اُنہیں سکھا دی جائے اُسے اچھی طرح ذہن میں بٹھا لیتے ہیں۔ اور جس بات سے اُنہیں منع کیا جائے اُس سے ہمیشہ باز رہتے ہیں۔ اس کی پابندی کرنے میں وہ جان کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔ اپنی جان قربان کر دیتے ہیں لیکن وہ کام کبھی نہیں کرتے جس سے انہیں روکا گیا ہو۔

ہم تمہیں ایک سدھائی ہوئی بلی کا قصہ سُناتے ہیں۔ اس بلی کے مالک نے اسے اس طرح سدھایا تھا کہ وہ اُس وقت تک کوئی چیز نہیں کھاتی تھی جب تک کہ خود مالک اسے کھانے کے لئے نہ دے۔ ہزار نعمتیں گھر میں رکھی ہوئی ہوں اور کھلی پڑی ہوں کیا مجال جو وہ کسی چیز پر مُنہ مارے یا اُسے سُونگھے۔ ہاں تو ہم تمہیں یہ بتا دیں کہ یہ کوئی کہانی نہیں ہے بلکہ بالکل سچا واقعہ ہے۔ یہ واقعہ ایک روز حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی مجلس میں سُنایا تھا۔ کیسے خوش نصیب تھے وہ لوگ جنہوں نے خود حضورؑ کی زبانِ مبارک سے یہ واقعہ سُنا۔ لو ہم تمہیں حضورؑ کے اپنے الفاظ میں ہی یہ قصہ سُناتے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے ۳؍ اکتوبر ۱۹۰۷ء کو نماز ظہر سے قبل مجلس میں گفتگو کے دوران مثال کے طور پر ایک قصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:-

"گورداسپور میں ایک بلی تھی خواہ کچھ ہی اس کے پاس پڑا ہے مگر وہ بغیر اجازت کچھ نہ کھاتی تھی ایک دفعہ بعض دوستوں نے اس بلی کے مالک کو کہا ہم بھی یہ تجربہ کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے حلوہ، دودھ، چھیچھڑے وغیرہ بلی کے پاس رکھ کر باہر سے قفل لگا دیا تین دن کے بعد جو دیکھا تو بلی مری پڑی تھی اور وہ کھانا اُسی طرح صحیح سالم موجود تھا۔"

(ملفوظات جلد نہم ص۴۵)

دیکھا تم نے سب کچھ کمرہ میں موجود ہونے کے باوجود بلی نے کسی چیز میں مُنہ نہیں ڈالا۔ کیوں؟ اس لئے کہ اُس کے مالک نے اُسے سدھایا ہی اس طرح تھا کہ جب تک کھانے کے لئے نہ دیا جائے

وہ کچھ نہ کھائے۔ وہ تین دن تک بھوکی پیاسی بیٹھی رہی لیکن مالک کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کی۔ بالآخر اسی حال میں مرگئی۔

تو بچو! وفاداری اور فرمانبرداری اسی کا نام ہے کہ جس چیز سے روکا گیا ہے چاہے کچھ ہوجائے انسان کو چاہیئے کہ اس کے قریب بھی نہ پھٹکے۔ اس واقعہ سے ہمیں یہی سبق ملتا ہے کہ ہم اللہ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت مسیح موعود علیہ السلام، حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ اور دوسرے بزرگوں کا کہا اسی طرح مانیں۔ جن چیزوں سے ہمیں روکا گیا ہے ان کا خیال بھی دل میں نہ لائیں۔ اِسکے بغیر ہم سچے وفادار اور فرمانبردار نہیں کہلا سکتے۔

اللہ تعالیٰ سب بچوں کو اللہ، رسولؐ اور بزرگوں کا وفادار اور صحیح معنوں میں فرمانبردار بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین اللّٰھم آمین ٭

ترانۂ اطفال

(حضرت المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

مری رات دن بس یہی اِک صدا ہے
کہ اِس عالمِ کون کا اِک خدا ہے
اُسی نے ہے پیدا کیا اِس جہاں کو
ستاروں کو سورج کو اور آسماں کو
وہ ہے ایک اُس کا نہیں کوئی ہمسر
وہ مالک ہے سب کا وہ حاکم ہے سب پر
نہ ہے باپ اُس کا نہ ہے کوئی بیٹا
ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا
ہر اک چیز پر اُس کو قدرت ہے حاصل
ہر اِک کام کی اُس کو طاقت ہے حاصل
پہاڑوں کو اُس نے ہی اونچا کیا ہے
سمندر کو اُس نے ہی پانی دیا ہے
یہ دریا جو چاروں طرف بہہ رہے ہیں
اُسی نے تو قدرت سے پیدا کئے ہیں
سمندر کی مچھلی ہوا کے پرندے
گھریلو چرندے بنوں کے درندے
ہر اک شے کو روزی وہ دیتا ہے ہر دم
خزانے کبھی اُس کے ہوتے نہیں کم
ہے فریادِ مظلوم کی سننے والا
صداقت کا کرتا ہے وہ بول بالا
یہی رات دن اب تو میری صدا ہے
یہ میرا خدا ہے، یہ میرا خدا ہے

(کلامِ محمود)

اہم مرکزی اعلانات

رُوداد اجتماع انصاراللہ ضلع لاڑکانہ

منعقدہ ۲۱، ۲۲ اپریل ۱۹۶۷ء

(مکرم قریشی عبدالرحمٰن صاحب ناظم اعلیٰ مجالس انصار اللہ سابق سندھ)

ضلع لاڑکانہ کی مجالس انصار اللہ کا اجتماع برائے سال ۶۷ء حضرت صدر صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ کی منظوری سے مورخہ ۲۱، ۲۲ کو بمقام انور آباد منعقد ہوا جس میں ضلع لاڑکانہ کے انصار اور خدام کے علاوہ اطفال بھی شامل ہوئے۔ پہلا اجلاس بعد نماز جمعہ زیرِ صدارت مکرم جناب مولانا غلام احمد صاحب فرخ منعقد ہوا۔ تلاوتِ کلامِ پاک اور دُعا کے بعد خاکسار نے انصار اللہ کا عہد دُہروایا پھر میاں علی نواز خان صاحب چانڈیہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اُردو نظم خوش الحانی سے پڑھی۔ مجلس مرکزیہ کی طرف سے مکرم چوہدری محمد ابراہیم صاحب ٹیپ ریکارڈ کی ہوئی تقاریر لائے ہوئے تھے حسب پروگرام حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی (مسندِ خلافت پر متمکن ہونے کے بعد) پہلی تقریر کا ریکارڈ سُنایا گیا۔ پھر مکرم جناب مولانا عبدالمالک خان صاحب اور مکرم جناب مولانا غلام احمد صاحب فرخ کی ایمان افروز تقاریر ہوئیں اور یہ اجلاس ۶ بجے شام ختم ہوا جس کے بعد انصار اور خدام کے مابین والی بال کا میچ ہوا۔

دوسرا اجلاس زیر صدارت مکرم جناب مولانا عبدالمالک خان صاحب منعقد ہوا۔ یہ اجلاس ۸ بجے شب سے ۱۰ بجے شب تک رہا۔ اس اجلاس میں تلاوتِ کلامِ پاک کے بعد خاکسار نے وقفِ عارضی کے موضوع پر اور مکرم جناب مولوی غلام احمد صاحب فرخ نے صداقت حضرت مسیح موعودؑ کے موضوع پر تقاریر کیں۔ یہ اجلاس صدرِ جلسہ کے ایمان افروز خطاب پر اختتام پذیر ہوا۔

تیسرا اجلاس ۴ بجے صبح نمازِ تہجد، ذکرِ الٰہی اور نماز فجر کے بعد زیر صدارت مکرم جناب مولوی محمد انور صاحب ابڑو ناظم ضلع منعقد ہوا۔ مکرم جناب مولانا عبدالمالک خان صاحب نے درس قرآن کریم اور مکرم جناب مولوی غلام احمد صاحب فرخ نے درسِ حدیث دیا پھر ملفوظات مکرم جناب مولوی محمد انور صاحب نے پڑھ کر سُنائے بعد ازاں خاکسار نے ذکرِ حبیب کے موضوع پر تقریر کی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایمان افروز واقعات پیش کئے اور یہ اجلاس ۵-۴۵ بجے ختم ہوا۔

اس اجتماع کا آخری اجلاس ۹ بجے خاکسار کی صدارت میں شروع ہوا۔ حضرت صدرِ محترم نے خاکسار کو ازراہِ ذرّہ نوازی مرکزی نمائندہ نامزد فرمایا تھا۔ اس اجلاس میں برکاتِ خلافت اور غیر ممالک میں تبلیغ کے موضوع پر مولانا عبد المالک خان صاحب نے تقاریر کیں اور ہمارے عقائد اور غلبۂ اسلام اور احمدیت کے موضوع پر مولانا مولوی غلام احمد صاحب فرخ کی تقاریر ہوئیں۔ خاکسار نے "انصار اللہ کی ذمہ داریاں" کے موضوع پر احباب سے خطاب کیا۔ اس اجلاس میں ایک گھنٹہ تقریری مقابلہ ہوا جس میں ۱۲ انصار و خدام نے حصہ لیا۔ انصار میں سے پہلے تین انصار اور خدام میں پہلے تین خدام انعامات کے مستحق قرار پائے جو مکرم جناب مولانا عبد المالک خان صاحب نے تقسیم فرمائے۔ اس اجلاس میں رسالہ انصار اللہ کی تحریک پیش ہوئی اور چالیس سے زائد خریدار بنے۔ یہ اجلاس ایک بجے تک جاری رہا۔ آخیر پر خاکسار نے عہد دوہروایا اور مکرم جناب مولوی عبد المالک خان صاحب نے دعا کرائی اور یہ بابرکت اجتماع اختتام پذیر ہوا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

مشرقی پاکستان میں انصار اللہ کے اجتماعات کا پروگرام

اجتماعات میں مرکزی وفد کی شمولیت

مکرم ناظم صاحب اعلیٰ انصار اللہ مشرقی پاکستان کی درخواست پر سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز (صدر مجلس انصار اللہ) نے مشرقی پاکستان میں انصار اللہ کے اجتماعات کا مندرجہ ذیل پروگرام منظور فرمایا ہے۔ اجتماعات کا یہ پروگرام مورخہ ۲۴ مئی سے شروع ہو کر ۱۰ جون ۱۹۶۷ء کو ختم ہوگا انشاء اللہ۔ حضور کی منظوری سے مرکز سے مکرم قاضی محمد نذیر صاحب اور مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب پر مشتمل وفد ان اجتماعات میں شریک ہوگا۔ مشرقی پاکستان کے انصار کو چاہیئے کہ وہ کم از کم کسی نہ کسی ایک اجتماع میں ضرور شامل ہو کر اجتماع کی برکات سے مستفیض ہوں۔ اللہ تعالیٰ سب کا حامی و ناصر ہو۔

نمبر شمار	مقامِ اجتماع	تاریخ انعقاد
۱	چٹاگانگ	۲۴ ۵/۶۷
۲	برہمن بڑیہ	۲۵، ۲۶ ۵/۶۷
۳	ڈھاکہ	۲۸ ۵/۶۷
۴	سُندربن	۳۱ ۵/۶۷، ۱ ۶/۶۷
۵	ناٹورا	۷ ۶/۶۷
۶	احمد نگر	۹، ۱۰ ۶/۶۷

(قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

یاد رکھو تمہارا ہتھیار دعا ہے
اس لئے چاہئے کہ دعاؤں میں لگے رہو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

''یاد رکھو کہ اگر تم مداہنہ سے دوسری قوموں کو ملو تو کامیاب نہیں ہوسکتے۔ خدا ہی ہے جو کامیاب کرتا ہے ۔ اگر وہ راضی ہے اور ساری دنیا ناراض ہو تو پرواہ نہ کرو ۔ ہر ایک جو اس وقت سنتا ہے یاد رکھے کہ تمہارا ہتھیار دعا ہے اس لئے چاہئیے کہ دعا میں لگے رہو ۔

یہ یاد رکھو کہ معصیت اور فسق کو نہ واعظ دور کر سکتے ہیں اور نہ کوئی اور حیلہ ۔ اس کے لئے ایک ہی راہ ہے اور وہ دعا ہے ۔ خداتعالی نے یہی ہمیں فرمایا ہے ۔ اس زمانہ میں نیکی کی طرف خیال آنا اور بدی کو چھوڑنا چھوٹی سی بات نہیں ہے ۔ یہ انقلاب چاہتی ہے اور یہ انقلاب خدا تعالی کے ہاتھ میں ہے اور یہ دعاؤں سے ہوگا ۔

ہماری جماعت کو چاہئیے کہ راتوں کو رو رو کر دعائیں کریں ۔ اس کا وعدہ ہے ادعونی استجب لکم ۔ عام لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ دعا سے مراد دنیا کی دعا ہے ۔ وہ دنیا کے کیڑے ہیں ۔ اس لئے اس سے پرے نہیں جا سکتے ۔ اصل دعا دین ہی کی دعا ہے ۔ لیکن یہ مت سمجھو کہ ہم گنہگار ہیں یہ دعا کیا ہو گی اور ہماری تبدیلی کیسے ہو سکے گی ۔ یہ غلطی ہے ۔ بعض وقت انسان خطاؤں کے ساتھ ہی ان پر غالب آ سکتا ہے ۔ اس لئے کہ اصل فطرت میں پاکیزگی ہے ۔ دیکھو پانی خواہ کیسا ہی گرم ہو لیکن جب وہ آگ پر ڈالا جاتا ہے تو وہ بہرحال آگ کو بجھا دیتا ہے اس لئے کہ فطرتاً برودت اس میں ہے ۔ ٹھیک اسی طرح پر انسان کی فطرت میں پاکیزگی ہے ۔ ہر ایک میں یہ مادہ موجود ہے ۔ وہ پاکیزگی کہیں نہیں گئی ۔ اسی طرح تمہاری طبیعتوں میں خواہ کیسے ہی جذبات ہوں رو کر دعا کرو گے تو اللہ تعالی دور کر دے گا ''

(ملفوظات جلد نہم صفحہ ۱۶۷، ۱۶۸)

ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا ۔